انسپکٹر جمشید پارٹی، انسپکٹر کامران مرزا پارٹی اور شوکی برادرز

پروفیسر والاسکی

ناول نمبر
773



Atlantis Publications

اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسپکٹر جمشید پارٹی، انسپکٹر کامران مرزا پارٹی اور شوکی برادرز

پروفیسر ولاسکی

اشتیاق احمد

اٹلانٹس پبلیکیشنز

ایک بات

علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔

☆☆☆

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔

☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔

☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔

☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہولیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

Atlantis Publications

تفریح بھی، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	پروفیسر ولاسکی
نمبر	انسپکٹر جمشید سیریز نمبر 773
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	195 روپے

ISBN 978-969-601-001-2

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

اٹلانٹس پبلیکیشنز
A-36 ایسٹرن اسٹوڈیوز B-16 سائٹ، کراچی
0300-2472238, 32578273, 34228050
ای میل atlantis@cyber.net.pk
www.inspectorjamshedseries.com

دو باتیں

السلام علیکم و رحمتہ اللہ وبرکاتہ! اس بار آپ کی خدمت میں پروفیسر ولاسکی لے کر حاضر ہوں... ان دنوں عجیب وغریب خبریں سننے میں آرہی ہیں، یہ خبریں خطوط کے ذریعے موصول ہو رہی ہیں اور یہ خبریں میرے لیے نہیں خود خط لکھنے والوں کے لیے اور فون کرنے والوں کے لیے عجیب ہیں... حیرت انگیز ہیں... کچھ لوگ حیران ہو ہو کر دوسروں کو بتا کر حیران کر رہے ہیں اور یہ باتیں مل جل کر میرے لیے بے تحاشہ خوشی کا سبب ہیں۔

آئیے! میں آپ کو بتاتا ہوں... خبریں ہیں کیا ... نہیں پہلے ذرا ان خبروں کا پس منظر ہو جائے... آپ میں سے اکثر کو معلوم ہوگا کہ میرا پہلا ناول پیکٹ کا راز 1974ء میں شائع ہوا تھا... انہیں دنوں دوسرا ناول فیروز سنز نے آستین کا سانپ شائع کیا تھا... پھر ہوتے ہوتے میں نے 1980ء میں اپنا ادارہ قائم کر لیا... اس ادارے سے پہلے ہر ماہ دو، پھر ہر ماہ تین اور آخر ہر ماہ چار ناول شائع ہونا شروع ہوئے تھے... بعد میں جب پرانے ناول دوبارہ شائع کیے گئے تو تعداد آٹھ ناولوں تک بھی پہنچ گئی تھی...

اس زمانے میں جب ضخیم خاص نمبروں کا سلسلہ شروع ہوا تو بہت سے خاص نمبر اہم ترین موضوعات پر لکھے گئے ...ان میں سے اکثر ناولوں میں انشارجہ اور بیگال کی سازشوں کو موضوع بنایا گیا ...اس وقت وہ سازشیں صرف ناولوں میں نظر آتی تھیں... حقیقت میں ایسا نہیں تھا... لیکن اس کے باوجود میرے پڑھنے والوں نے کبھی میرا مذاق نہیں اڑایا تھا... خطوط وغیرہ میں ضرور پوچھ لیا کرتے تھے... کہ جناب کیا ایسا ہوسکتا ہے ... کیا ایسا ہونا ممکن ہے ...ایسی باتوں کے جواب میں میں بس اتنا کہہ دیا کرتا تھا... لکھنے والا ... خاص طور پر اس قسم کے ناول لکھنے والا صرف موجودہ دور کو نہیں دیکھتا... وہ دس بیس سال بعد میں آنے والے دور کو بھی دیکھتا ہے ... یہ جواب پڑھنے والوں کو خاموش کر دیتا تھا...

اس کی مثال یوں ہے کہ ایسی ایجادات کا ذکر ناولوں میں آجاتا تھا جس کے بارے میں کوئی اس وقت سوچ بھی نہیں سکتا تھا... آپ انسپکٹر جمشید کی گھڑی ہی کو لے لیجیے ... اس زمانے کے پڑھنے والے جانتے ہیں... کہ کلائی کی ایک گھڑی سے وہ کیا کیا کام نہیں لیے لیتے ... گفتگو ریکارڈ کر لیتے تھے... صرف ایک بٹن دبا کے اپنی خفیہ فورس یا دوسرے ساتھیوں کو پیغام بھیج دیتے تھے کہ وہ اس وقت کس صورت حال سے دوچار ہیں ...اسی طرح پروفیسر داؤد کی ایجاد کردہ چیزیں ہیں... اس زمانے میں وہ چیزیں حقیقت میں نظر نہیں آتی تھیں... لیکن پڑھنے والے چند ایک تو چھوڑ کر مذاق نہیں اڑاتے تھے...یہ خیال کرلیتے تھے کہ یہ ایک لکھنے والے کے تخیل کی اڑان ہے... ضروری نہیں کہ ایسا ہونا ناممکن ہے... لیکن آج جب کہ تیس سال گزر چکے ہیں ، اس زمانے کے ناولوں میں جن سازشوں کی باتیں ہوتی تھیں... آج ہم ... ہمارا ملک ان سازشوں کا شکار ہے...اب لوگ خطوط میں یہ کہتے نظر آتے ہیں... اشتیاق احمد ... حیرت ہے... آپ نے فلاں خاص نمبر میں جو باتیں لکھی تھیں ،آج دنیا بالکل انہی حالات کا شکار نظر آتی ہے...فلاں ناول میں آپ نے جس ایجاد کا ذکر کیا تھا ... آج وہ موبائل وغیرہ کی صورت میں ہمارے سامنے آگئی ہے...اس وقت فلاں ایجاد ناممکن نظر آتی تھی... لیکن آج ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں یا فلاں ناول کا جو پلاٹ تھا... وہ آج پورا ہوتا نظر آرہا ہے ...یہ ہیں وہ خطوط...

آج ان خطوط کا ذکر کیوں ان دو باتیں میں لے بیٹھا...اس کی وجہ یہ ہے کہ ناول پروفیسر ولاسکی میں بھی تو ایک ایسی ہی ایجاد کا ذکر ہے... جو آئندہ کسی زمانے میں عین ممکن ہے...

بٹوما کے شیطان اس سلسلے میں ایک اہم ترین ناول ہے... جن حضرات نے اب تک نہیں پڑھا... ان سے درخواست ہے... پہلی فرصت میں پڑھیں۔

اشتیاق

نئے قارئین کیلئے انسپکٹر جمشید سیریز

کا ایک مختصر تعارف

انسپکٹر جمشید محکمہ سراغرسانی کے سب سے مشہور سراغرساں ہیں ......انہیں جو کیس بھی دیا جاتا ہے وہ اسے حل کرکے چھوڑتے ہیں آج تک کوئی ایسا کیس نہیں ہے جو انہیں ملا ہو اور ان سے حل ہو سکا ہو...... وہ مجرم کو عجیب و غریب طریقوں سے پکڑتے ہیں ...... اس طرح کہ مجرم کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا کہ انسپکٹر جمشید کا گھیرا اس کے گرد تنگ ہوتا جارہا ہے ...... اسے تو عین اس وقت پتا چلتا ہے جب وہ اسکے خلاف تمام ثبوت حاصل کرنے کے بعد اس پر ہاتھ ڈال دیتے ہیں ......

محکمہ سراغرسانی کے تمام آفیسر تو ان کا لوہا مانتے ہی ہیں ...... پولیس کے تمام شعبوں میں بھی ان کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے .... اپنی ذاتی زندگی کے لحاظ سے وہ حد درجے ایمان دار ہیں ...... رشوت سے کوسوں دور بھاگتے ہیں ...... غریبوں کے بہت ہمدرد ہیں..... قانونی معاملات میں بہت سخت ہیں ...... جب کسی کے خلاف کوئی جرم ثابت ہو جاتا ہے تو پھر اس کے ساتھ نرمی نہیں کرتے ......بڑی سے بڑی سفارش کی بھی پروانہیں کرتے ...... جب کسی بات پر اڑ جاتے تو پھر اس سے پیچھے نہیں ہٹتے......

ان کے تین بچے ہیں سب سے بڑے کا نام محمود احمد ہے ...... جو ہائی اسکول میں پڑھ رہا ہے .... یہ بے حد ذہین اور پھرتیلا ہے ، مشکل اوقات میں بالکل نہیں گھبراتا ، کوئی مصیبت آپڑے تو ڈٹ جاتا ہے، اکثر اوقات اپنے والد کی مدد کرتا رہتا ہے ......

ان کے دوسرے بیٹے کا نام فاروق احمد ہے ...... فاروق بہت چلبلا اور کھلنڈرا ہے ...... اس پر شرارت کا بھوت ہر وقت سوار رہتا ہے...... بات بات پر لطیفے چھوڑنا، ہر وقت دوسروں کو ہنسنے اور مسکرانے پر مجبور کردینا اس کی خاص عادت ہے ...... خود بھی مسکراتا رہتا ہے...... طبیعت میں شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے یہ بھی مشکل اوقات میں کبھی نہیں گھبراتا...... درختوں پر چڑھنا اس کا محبوب مشغلہ ہے ......

فرزانہ فاروق سے ایک سال چھوٹی ہے ، ذہین ، بلا کی ترکیبیں سوچنے میں ماہر، انسپکٹر جمشید کو مصیبت میں دیکھ کر حد درجے فکر مند ہوجاتی ہے ......

باپ کی صحبت میں رہ کر انہیں بھی جاسوسی کاموں سے ایک خاص قسم کا لگاؤ پیدا ہوگیا ہے ...... جونہی انہیں کوئی کیس حل کرنے کے لئے ملتا ہے، وہ بھی اس میں دلچسپی لینے لگتے ہیں...... اس کی ایک ایک تفصیل ذہن نشین کرلیتے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کسی طرح وہ اپنے والد کی مدد کے بغیر ہی اس معاملے کی تہہ تک پہنچ جائیں ...... بلکہ تینوں آپس میں بھی ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

فاروق البتہ بظاہر ایسے کاموں سے جی چراتا ہے......لیکن جب کیس میں دلچسپی لیتا ہے تو پھر ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔

ان کی والدہ بیگم جمشید جاسوسی بکھیڑوں اور جھنجھٹوں سے بالکل آزاد ہیں ، انہیں ان کاموں سے اُلجھن ہوتی ہے ......لہٰذا وہ کیس کے بارے میں کوئی تفصیل جاننے کی کوشش نہیں کرتیں...... ہاں اتفاق سے کسی معاملے میں اُلجھ جائیں تو پھر حالات کے سامنے ڈٹ جاتی ہیں۔

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے سنسنی خیز جاسوسی اور سراغرسانی کے کارناموں پر مشتمل ناولوں کا یہ سلسلہ بچوں اور بڑوں میں دیوانگی کی حد تک مقبول ہے۔ انٹیلی جنس بیورو یعنی محکمہ سراغرسانی کے لائق ترین آفیسر انسپکٹر جمشید اور ان کے تین بچوں محمود، فاروق اور فرزانہ کے ایڈونچرز کے اس دلچسپ سلسلے کے اب تک آٹھ سو ناول شائع ہو چکے ہیں اور ہر ماہ اس میں ایک نئے ناول کا اضافہ ہوتا ہے۔ ایک سلسلے کے ہونے کے باوجود اس سیریز کا ہر ناول اپنی جگہ ایک مکمل ناول ہے۔ ہر ناول ایک نئی کہانی لئے ہوتا ہے اور وہ کہانی ایک ہی ناول میں انجام پذیر ہوجاتی ہے۔ لہٰذا آپ کوئی بھی ناول اٹھا کر پڑھنا شروع کر سکتے ہیں اس خدشے کے بغیر کہ یہ سیریز کا کوئی درمیانی حصہ ہے۔ ہر ناول ایک علیحدہ اور مکمل کہانی ہے۔

انسپکٹر جمشید سیریز کے تمام ناول ہر لحاظ سے صاف ستھرے اور ہماری معاشرتی روایات کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں۔ انسپکٹر جمشید کا گھرانہ ہمارے اور آپ کے گھروں کی طرح ایک سیدھا سادا گھرانہ ہے ۔تینوں بچے اسکولوں میں پڑھتے ہیں۔انسپکٹر جمشید جب اپنے آفس سے شام پانچ بجے گھر پہنچتے ہیں تو شکیلہ بیگم یعنی بیگم جمشید چائے کی ٹرے کے ساتھ ان کی منتظر ہوتی ہیں۔ فرزانہ گھریلو کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہے لیکن مہم جوئی اور سراغرسانی کے کارناموں میں اپنے دونوں بھائیوں کے ہم پلہ ہوتی ہے۔ انسپکٹر جمشید عام طور پر اپنے ذہین بچوں سے ہر نئے کیس کا نہ صرف ذکر کرتے ہیں بلکہ ان کی رائے بھی بغور سنتے ہیں اور اکثر ان کو عملی طور پر اپنی مہمات میں شامل کر لیتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ جہاں وہ شامل نہ بھی کریں وہاں یہ ٹوہ لگا کر خود ہی شامل ہوجاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ کئی مرتبہ وہ مشکوک لوگوں اور جرائم کو بھانپ کر پہلے اپنے طور پر کسی معاملے میں کود پڑتے ہیں اور بعد میں اپنے والد کی مدد حاصل کرتے ہیں۔ دفتر میں انسپکٹر جمشید کا اسسٹنٹ سب انسپکٹر اکرام مجرموں کے بارے میں معلومات کا چلتا پھرتا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ کیس سے متعلق درکار معلومات انسپکٹر جمشید کو فراہم کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ انسپکٹر جمشید کا اپنی جان سے زیادہ خیال رکھتا ہے۔ محکمے میں چند افسران ایسے بھی ہیں جو انسپکٹر جمشید کی بے پناہ صلاحیت اور ان کی کامیابیوں کی شہرت سے جلتے ہیں ان میں انسپکٹر فاضل سرفہرست ہے جو ہمیشہ افسرانِ بالا کے کان ان کے خلاف بھرتا رہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اپنی سازشوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو پاتا۔ انسپکٹر جمشید کے اعلیٰ افسران آئی جی صاحب اور ڈی آئی جی شیخ نثار احمد انسپکٹر جمشید کو اپنے بچوں کی طرح عزیز رکھتے ہیں البتہ کبھی کبھی سیاسی دباؤ کی وجہ سے انہیں بادل نخواستہ انسپکٹر جمشید کو معطل بلکہ برخواست بھی کرنا پڑا ہے۔خان رحمان اور پروفیسر داؤد صاحبان ان کے بہت پرانے دوست ہیں اور ہر اہم معاملے میں مدد کیلئے ان کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ خان رحمان کے دونوں بیٹے حامد اور سرور اور بیٹی ناز بھی کچھ مہمات میں انسپکٹر جمشید پارٹی کے ساتھ شامل رہے ہیں۔ ان کا ملازم ظہور خانساماں بھی ہے اور گھر کے باقی کام کاج بھی کرتا ہے اور اس ہلچل میں کبھی سوٹ جلا بیٹھتا ہے تو کبھی ہانڈی۔ وہ اور اس کی بیوی

دونوں خان رحمان کے گھر میں ایک عرصے سے ملازمت کر رہے ہیں۔ خان رحمان اکثر ہانڈی اور سوٹ جلانے کی پاداش میں ظہور کو کان پکڑوا کر مرغا بنا دیتے ہیں۔ پروفیسر داؤد کی اکلوتی بیٹی شائستہ سے بھی محمود، فاروق اور فرزانہ کی خوب بنتی ہے۔

انسپکٹر جمشید پارٹی کے ساتھ بڑی اور بین الاقوامی سطح کی مہمات میں انسپکٹر کامران مرزا، منور علی خان اور ان کے بچے بھی ساتھ ہوتے ہیں۔ کبھی شروع سے اور کبھی کسی کیس کے درمیان اتفاقیہ کہیں اچانک ان کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ کامران مرزا اور منور علی خان آپس میں بہت پرانے دوست بھی ہیں۔ آصف کامران مرزا کے ایک اور پرانے ساتھی اور دوست محمود صاحب کا بیٹا ہے۔ آصف کے والد کاروبار کے سلسلے میں بیرون ملک رہتے ہیں لیکن وہ تعلیم کے سلسلے میں اور کامران مرزا کے فرزند آفتاب کے ساتھ گہری دوستی کے سبب ان کے ہی گھر میں بچپن سے رہتا آیا ہے۔ فرحت، منور علی خان کی بیٹی ہے اور وہ بھی بچپن سے کامران مرزا کے گھر پر رہتی ہے۔ آفتاب، آصف اور فرحت بچپن سے ہی سگے بہن بھائیوں کی طرح رہتے آئے ہیں۔ فرحت بھی فرزانہ کی طرح ترکیبیں بتانے کی ماہر ہے۔ جب کبھی یہ سب کسی مشکل کا شکار ہو جاتے ہیں یا کسی سازش کے جال میں بری طرح پھنس جاتے ہیں، فرزانہ اور فرحت کی ترکیبوں کے سبب ہی نکل پاتے ہیں۔

ان کی زندگی اسی طرح گزر رہی ہے اور یہ ایک بہت ہی دلچسپ زندگی ہے......

☆☆☆☆☆

دو پیکٹ

’’سر! ایک بہت خاص رپورٹ ہے۔‘‘

’’جلدی بتاؤ سارو کا ... میں تو انتظار کرتے کرتے سوکھ گیا ہوں۔‘‘

’’سر! پروفیسر ولاسکی نے آج دو چیزیں خود اپنے ہاتھ سے پوسٹ کی ہیں۔‘‘

’’تمہارا مطلب ہے وہ خود پوسٹ آفس گئے۔‘‘ پوچھا گیا۔

’’پوسٹ آفس نہیں سر ... ایک کوریئر آفس۔‘‘

’’اوہ اچھا ... اور وہ دونوں چیزیں کیا ہیں۔‘‘

’’یہ نہیں معلوم سر... انہوں نے خود ہی پیکٹ بنائے، پھر خود کوریئر آفس گئے ...‘‘

’’لیکن سارو کا! بھلا ہم ان معلومات سے کیا فائدہ سکتے ہیں۔‘‘

’’معلومات حاصل کرنا کیا مشکل ہے سر... بس آپ مجھے اجازت

دے دیں۔"

"اوہ! میں سمجھا... خیر... تمہیں اجازت ہے... لیکن حد سے نہ گزر جانا... اس سے پہلے پہلے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور اس کے بعد وہ کسی کو کچھ بتا نہ سکیں..."

"بہت بہتر سر۔"

سارو کا نے موبائل بند کر دیا... اس نے پروفیسر ولاسکی کی کار کو واپس جاتے دیکھا۔ کچھ دیر بعد وہ خود بھی اپنی کار میں وہاں سے روانہ ہو گیا... جلد ہی وہ پروفیسر ولاسکی کے کمرے میں داخل ہوا... وہ تین سال پہلے ان کے معاون کے طور پر ملازم ہوا تھا... اب تک پروفیسر اس پر بہت اعتماد کرنے لگے تھے۔

پروفیسر ولاسکی سائنسدان تھے۔ دراصل برٹائن کے رہنے والے تھے لیکن تین برس پہلے اچانک اس ملک میں آگئے تھے اور ایک شہر میں اپنی تجربہ گاہ قائم کر کے خاموش زندگی بسر کر رہے تھے.. اب تو اردو بھی اچھی خاصی بولنے لگے تھے... آس پڑوس والے بھی انہیں جانتے تھے لیکن بس اتنا ہی کہ موسمیاتی تبدیلیوں پر کوئی ریسرچ کر رہے ہیں۔ اپنے تحقیقاتی مقالے سائنسی رسالوں میں اشاعت کیلئے ڈاک کے ذریعے اکثر بھیجتے ہی رہتے تھے۔ آج بھی کوریئر سروس کے آفس سے واپس آ کر

بیٹھے ہی تھے کہ سارو کا اندر داخل ہوا۔ اسے اندر داخل ہوتے دیکھ کر بولے:

"آؤ سارو کا... کہاں چلے گئے تھے۔"

"سر! میں ذرا بازار تک گیا تھا۔"

"اوہ اچھا... اپنا کام جلد مکمل کر لو..."

"یہی تو کرنے کے لیے آیا ہوں۔" سارو کا یہ کہتے ہوئے مسکرایا۔

"خوب خوب!" پروفیسر ولاسکی نے مسکرا کر کہا، لیکن پھر جونہی ان کی نظر اس کے چہرے پر پڑی، وہ بری طرح چونکے... اس کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ تھی۔ انہوں نے فوراً ہی خطرہ محسوس کر لیا... اور ایک بٹن دبا دیا... سارو کا یہ نہ دیکھ سکا... وہ بہت بے فکری سے کھڑا تھا... اور اب اس کے دائیں ہاتھ میں ایک پستول نظر آ رہا تھا۔

"سمجھا... تو تم برٹائن کے جاسوس ہو۔"

"یہی سمجھ لیں پروفیسر۔"

"کیا چاہتے ہو۔" پروفیسر ولاسکی بولے... وہ کچھ مہلت چاہتے تھے، اس لیے سارو کا کو باتوں میں لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"آج آپ نے دو چیزیں اپنے ہاتھ سے پوسٹ کی ہیں... وہ کیا

"چیزیں تھیں۔"

"نن... نہیں۔" پروفیسر کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"نن... نہیں سے کام نہیں چلے گا پروفیسر... آپ کو بتانا ہوگا۔" اس نے خوفناک انداز میں کہا۔

"وہ ایک نوٹ بک اور ایک ٹارچ تھیں۔"

"نوٹ بک اور ٹارچ۔" ساروکا کا منہ بن گیا۔

"ہاں!"

"اور یہ دونوں چیزیں آپ نے کسے بھیجی ہیں۔"

"افسوس ہے... میں یہ نہیں بتا سکتا۔"

"تب پھر مرنے..."

عین اس لمحے دروازے پر زور دار انداز میں دستک دی گئی۔

"اندر آجاؤ... ریاست علی۔"

"بہت بہتر پروفیسر صاحب!"

ان الفاظ کے ساتھ ہی دروازہ کھلا اور ایک شخص اندر داخل ہوا، لیکن اندر کا منظر دیکھ کر وہ ذرا بھی نہ چونکا، اس بات کو پروفیسر نے فوراً بھانپ لیا... کیونکہ دوسری طرف ساروکا کے چہرے پر مسکراہٹ اور پھیل چکی تھی:

"تت... تو... تم... بھی۔"

"ہاں پروفیسر صاحب! میں بھی مسٹر ساروکا کا ساتھی..."

"اور باہر موجود راحیل اور بابر؟"

"وہ بھی ہمارے ساتھی ہیں... مطلب یہ کہ بچنے کا کوئی راستہ نہیں... ہاں... آپ اپنی زندگی ضرور بچا سکتے ہیں... لیکن رہنا پڑے گا آپ کو ایک قیدی کی طرح... تاکہ آپ کسی کو بتا نہ سکیں... ہاں جونہی وہ دونوں چیزیں ہم حاصل کر لیتے ہیں... آپ کو رہا کر دیا جائے گا، کیونکہ اس کے بعد آپ کو قید میں رہنے کی کوئی ضرورت نہیں رہ جائے گی۔"

"لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم مجھے رہا کر دو گے۔"

"آپ کی جان لے کر ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا... ہمیں تو غرض ان دونوں چیزوں سے ہے۔"

"لیکن تم لوگوں نے اب تک یہ نہیں پوچھا کہ ان میں ہے کیا۔"

"دونوں چیزیں جب ہم حاصل کر لیں گے تو خود ہی دیکھ لیں گے... یا پھر آپ بتا دیں... ہمیں اور آپ کو آسانی ہو جائے گی۔"

"اچھی بات ہے... نوٹ بک میں ایک ایجاد کا ذکر ہے... اور اس ایجاد کو استعمال کیسے کیا جائے گا... وہ بھی نوٹ بک میں لکھا ہے۔"

"وہ ایجاد کیا ہے۔"

"وہی ... ٹارچ۔"

"اوہ ... اچھا ... لگتا ہے ... آپ بالکل سچ بول رہے ہیں۔"

"اب میں جھوٹ بول کر کیا کروں گا ... میں مار پیٹ سے بہت ڈرتا ہوں ... اس لیے فوراً ہی بتا دیا ہے۔" پروفیسر ولاسکی نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"آپ بہت اچھے ہیں، ہم بھی آپ سے کوئی زیادتی نہیں کریں گے ... آپ کے ساتھ کافی مدت رہے ہیں ... آپ نے ہمیشہ اچھا سلوک کیا ہے ... ہم بھی آج آپ کو اس اچھے سلوک کا بدلہ دیں گے اور وہ اس طرح کہ آپ کو جان سے نہیں ماریں گے ... لیکن جب تک میرے ساتھیوں کو وہ نوٹ بک اور ٹارچ نہیں مل جاتی ... ہم آپ کو چھوڑ نہیں سکتے ... مطلب یہ کہ آپ کو اس وقت تک یہیں رہنا پڑے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔" وہ بولے۔

"بس تو پھر اب آپ صرف یہ بتا دیں ... آپ نے وہ دونوں چیزیں بھیجی کسے ہیں۔"

"نوٹ بک پروفیسر داؤد کو اور ٹارچ پروفیسر غوری کو ... تم لوگ ان دونوں کو جانتے ہی ہو گے۔"

"ہاں! انہیں کون نہیں جانتا ... آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

یہ کہہ کر سارو کا اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا:

"میں ذرا باس کو یہ ساری تفصیل بتا دوں ... تم ان کا خیال رکھنا ... اگر یہ کوئی غلط حرکت نہ کریں تو ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرنا۔"

"آپ فکر نہ کریں سارو کا بھائی ... یہ واقعی بہت اچھے آدمی ہیں ... ہم ان کا خیال رکھیں گے۔"

اور پھر سارو کا ایک الگ کمرے میں چلا آیا ... اس نے موبائل پر باس کے نمبر ڈائل کیے، سلسلہ ملنے پر اس نے کہا:

"باس! ایک پیکٹ پروفیسر داؤد اور دوسرا پروفیسر غوری کو بھیجا گیا ہے۔"

"اوہ!" باس کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا ... پھر اس نے کہا:

"اس سے پہلے کہ دونوں پیکٹ ان دونوں سائنسدانوں کے ہاتھ لگیں ... ہمیں ان کو حاصل کرنا ہوگا ... حرکت میں آجاؤ ... پہلی پارٹی پروفیسر داؤد کی طرف اور دوسری پروفیسر غوری کی طرف روانہ کر دو ... جلدی کرو سارو کا۔" باس کی تیز آواز اس کے کانوں کا مزاج

پوچھ گئی... باس کی آواز کانوں میں سوراخ کرتی محسوس ہوتی تھی اور جب وہ تیز آواز میں بولتا تھا تو... یہ سوراخ اور زیادہ گہرائی تک جاتے محسوس ہوتے تھے... اور ساروکا اس سے بہت گھبراتا تھا... فون بند کر کے اس نے اپنے ایک ماتحت سے رابطہ کیا:

"ہیلو... یاور! کل کسی وقت ایک پیکٹ کوریئر سروس سے پروفیسر داؤد کو ملنے والا ہے... انہیں ملنے سے پہلے ہی وہ تمہیں اڑانا ہے اور مجھ تک پہنچانا ہے... سمجھ گئے۔"

"یس چیف!"

"یہ بھی جان لو کہ پیکٹ بھیجنے والے کا نام پروفیسر ولاسکی ہے... کیونکہ کچھ اور پیکٹ بھی تو پروفیسر داؤد کے نام آسکتے ہیں... ہمیں صرف پروفیسر ولاسکی کا بھیجا ہوا پیکٹ اڑانا ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں... بس سمجھ لیں... پیکٹ آپ کو مل گیا۔"

"ایسے کیسے سمجھ لوں... جب ملے گا... تب سمجھ لوں گا۔" ساروکا نے منہ بنایا۔

"چلیے چیف... یونہی سہی۔" یاور نے ہنس کر کہا۔

اب ساروکا نے دوسرے کارکن کو فون کیا... سلسلہ ملنے پر اس نے کہا:

"کاشو! کل صبح کوریئر سروس سے ایک پیکٹ پروفیسر غوری کو ملنے والا ہے... تمہیں اس پیکٹ کو ان تک پہنچنے سے پہلے اڑانا ہے اور مجھے بھجوانا ہے۔"

"بہت بہتر چیف! یہ کیا مشکل کام ہے... چیف... سمجھ لو... پیکٹ آپ کو بھجوا دیا گیا۔"

"ابھی کیسے سمجھ لوں... جب مل جائے گا، تب سمجھوں گا۔"

ساروکا نے منہ بنا کر فون بند کر دیا۔

ایسے میں اسے ایک خیال آیا... وہ چونک اٹھا اور پروفیسر ولاسکی کی طرف لپکا... پروفیسر ولاسکی کو اس کے ماتحتوں نے اب ایک کمرے میں بند کر دیا تھا:

"دروازہ کھولو... جلدی کرو۔" ساروکا نے بے تابی کے عالم میں کہا۔

"کیا ہوا... خیر تو ہے۔"

"نہیں۔" اس نے جھلا کر کہا۔

ساتھ ہی دروازہ کھل گیا... انہوں نے دیکھا... پروفیسر ولاسکی اندر نہیں تھے:

"دوڑو... چاروں طرف... اس عمارت کے چاروں طرف دوڑتے

چلے جاؤ ... پروفیسر ولاسکی زیادہ دور نہیں گیا ہوگا۔"

"ارے باپ رے۔" اس کے ماتحت چلا اٹھے اور ساتھ ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ادھر اس نے باس کے نمبر ملائے... سلسلہ ملتے ہی اس نے لرزتی آواز میں کہا:

"باس گڑ بڑ ہوگئی۔"

"کیا مطلب؟" اس کے منہ سے نکلا۔

"پروفیسر ولاسکی ہمیں دھوکا دے گیا ... ہم اسے بہت سیدھا سادا خیال کر بیٹھے ... لیکن وہ تو ایک ہی کائیاں نکلا۔"

"تفصیل سنا دو۔" باس بے تابی کے عالم میں بولا۔

ساروکا نے ساری تفصیل سنا دی:

"اور تمہیں یہ خیال کیسے آگیا کہ پروفیسر ولاسکی چال چل گیا ہے۔"

"اس نے ہمارے پوچھتے ہی فوراً دونوں پیکٹوں کے بارے میں بتا دیا ...ذرا بھی آئیں بائیں شائیں نہیں کی ... ہم نے اس پر بھروسہ کر لیا... لیکن وہ اپنی معصومیت کے پردے میں یہ مہلت چاہتا تھا کہ ہم اسے کمرے میں بند کر دیں اور وہ خفیہ راستے سے نکل جائے...اب ظاہر ہے... موقع ملتے ہی وہ ایک فون پروفیسر داؤد اور ایک فون

پروفیسر غوری کو کرے گا..."

"یہ تو سارا کھیل ہی چوپٹ ہوگیا۔ ہم جو اتنی مدت سے پروفیسر ولاسکی کی نگرانی کر رہے تھے تو اس کا کیا فائدہ ہوا ...تم اتنی بات معلوم نہ کر سکے کہ پروفیسر نے یہاں سے نکلنے کا کوئی خفیہ راستہ بھی بنا رکھا ہے..."

"باس! اس طرف واقعی ہمارا دھیان نہیں گیا ... ورنہ اور ہر لحاظ سے پروفیسر ہماری مٹھی میں تھا۔آپ خود دیکھ لیں...جونہی اس نے دونوں پیکٹ پوسٹ کیے... ہمیں پتا چل گیا۔"

"ساروکا ہمیں ہر حال میں دونوں پیکٹ چاہییں۔"

"باس! آخر ان میں ہے کیا ...اور آپ کیوں اتنی مدت سے پروفیسر ولاسکی کی نگرانی کر رہے تھے۔"

"اس کی تفصیل بہت لمبی ہے... تم بس فوری طور پر کوئی پلان بناؤ... اور دونوں پیکٹ حاصل کرکے دکھا دو... اس کے بعد تم منہ مانگے انعام کے حق دار ہو گے... تمہارے ساتھیوں کو بھی بہت بھاری انعام دیا جائے گا... آخر میں نے جو اس ملک میں باگ ڈور تمہیں سونپی ہے... اس کا کوئی تو فائدہ ہونا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے باس ... ہم لوگ بھی اب جان پر کھیل جائیں

گے... اور پیکٹ حاصل کر کے رہیں گے۔"

"یہ ہوئی نا بات! میں کل کے دن خوش خبری سننے کے لیے بے چین رہوں گا... اور شاید آج رات سو نہیں سکوں گا۔"

"بلکہ جان کی بازی لگا دیں گے۔"

"گڈ! اب کل فون پر بات ہوگی..."

اس کے ساتھ ہی باس نے فون بند کر دیا۔

☆☆☆☆☆

پنسل

پروفیسر داؤد کے فون کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے فوراً ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا گیا:

"پروفیسر داؤد!"

"جی ہاں! بات کر رہا ہوں... خیر تو ہے... آپ بہت گھبرائے ہوئے ہیں۔"

"میں شدید خطرے میں ہوں... مسلسل دوڑتے ہوئے فون کر رہا ہوں... دشمن نے اگر تعاقب کیا تو وہ ضرور مجھ تک پہنچ جائیں گے... کیونکہ میں بوڑھا ہوں اور وہ ہٹے کٹے... میں نے آپ کے نام ایک پیکٹ کوریئر سروس کے ذریعے ارسال کیا ہے... ان لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگئی ہے... اس پیکٹ میں ایک بہت اہم چیز ہے... بس وہ پیکٹ کسی کے ہاتھ نہ لگنے پائے... آپ تک ہی پہنچے... گڈ بائے۔"

"سنیے... سنیے۔" پروفیسر داؤد گھبرا کر بولے... لیکن دوسری

طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ انہوں نے جلدی سے وہی نمبر ڈائل کیے... جس سے فون موصول ہوا تھا، لیکن وہ نمبر اب بند تھا... گویا یہ پیغام دینے کے ساتھ ہی موبائل بند کر دیا گیا تھا۔

انہوں نے فوراً ہی انسپکٹر جمشید کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف فون بند تھا... اس وقت انہیں جھنجھلاہٹ محسوس ہوئی... خیر انہوں نے محمود کے نمبر ملائے... فوراً ہی اس کی آواز سنائی دی:

"السلام علیکم! پروفیسر انکل... لگتا ہے... کوئی گڑبڑ ہے۔"

دوسری طرف سے محمود نے کہا۔

"کیسے جان لیا۔"

"سراغرساں ہیں نا... بس اس طرح جان لیا۔"

"میرے پاس وقت نہیں... ورنہ ضرور پوچھتا کہ یہ درست ترین اندازہ آخر کیسے لگا لیا... اب سنو... کسی پروفیسر ولاسکی نے مجھے کوریئر سروس کے ذریعے ایک پیکٹ بھیجا ہے... اس میں کوئی بہت ہی خاص چیز ارسال کی گئی ہے... لیکن اس بات کا دشمنوں نے کسی طرح پتا چلا لیا ہے... اور اب وہ پیکٹ اڑا لینا چاہتے ہیں... لہٰذا تم ان کے اڑا لینے سے پہلے پہلے یہاں پہنچ جاؤ۔"

"کوریئر سروس سے وہ پیکٹ وقت سے پہلے حاصل کر لینا بھلا کیا

مشکل ہے... آپ فکر نہ کریں... آپ نے ان کا نام پروفیسر ولاسکی بتایا ہے نا۔"

"ہاں! یہی نام ہے۔"

"بس! آپ فکر نہ کریں... ہم وہ پیکٹ حاصل کرکے آپ کے پاس لے آتے ہیں۔"

"بہت خوب!" پروفیسر داؤد نے خوش ہو کر کہا۔

اب محمود نے فوراً اکرام کے نمبر ملائے... اور اس کی آواز سن کر بولا:

"انکل! فوراً حرکت میں آ جائیں... شہر میں کوریئر سروس کے جتنے بھی ہیڈ آفس ہیں... ان سب کی طرف اپنے آدمی روانہ کر دیں... پروفیسر ولاسکی نام کے کسی شخص نے ایک پیکٹ پروفیسر انکل کے نام بھیجا ہے... کچھ ملک دشمن اس پیکٹ کو اڑا لینا چاہتے ہیں... اس سے پہلے پیکٹ ان کے ہاتھ لگے... آپ اسے حاصل کر لیں... اور ہمیں دے دیں... ہم خود وہ پیکٹ پروفیسر انکل کے پاس لے کر جائیں گے۔"

"یہ کام کچھ بھی مشکل نہیں... کیونکہ وہ لوگ اس شخص سے اڑانے کی کوشش کر سکتے ہیں... جسے وہ پیکٹ دے کر پروفیسر صاحب کی طرف

بھیجا جائے گا... جب کہ ہم ان کے دفتر سے ہی وہ حاصل کر لیں گے... پیکٹ بھیجا کب گیا ہے۔"

"کل... گویا آج وہ ان تک پہنچائیں گے۔"

"ہوں... ٹھیک ہے... میں حرکت میں آ رہا ہوں... بے فکر ہو جاؤ۔"

پھر ایک گھنٹے بعد اس کا فون ملا... وہ کہہ رہا تھا:

"پیکٹ حاصل کر لیا ہے... میں لے کر آتا ہوں۔"

"شکریہ انکل ... انکل ہو تو آپ جیسا۔"

"تعریف رہنے دو۔"

"ٹھیک ہے انکل ... ہم انتظار کر رہے ہیں۔"

اکرام نے فون بند کر دیا... پھر وہ اس کا انتظار کرنے لگے... اس طرح جب آدھ گھنٹا گزر گیا... اور اکرام کی طرف فون نہ آیا تو انہوں نے خود اکرام کو فون کیا... لیکن اس کا فون بند ملا... اب تو وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"یہ... یہ کیا بھئی ... ہمارے انکل اکرام کی طرف سے تو کوئی جواب بھی نہیں مل رہا۔"

"ارے باپ رے..." فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... پھر محمود نے محمد حسین آزاد کا نمبر ملایا، اس کی آواز سنتے ہی اس نے کہا:

"انکل آزاد... انکل اکرام کونسی کوریئر سروس کے دفتر گئے تھے۔"

"انہوں نے بتایا تھا کہ وہ خود پی سی ایس کے دفتر جا رہے ہیں... اور ہمیں انہوں نے دوسری کوریئر سروسز کی طرف روانہ کیا تھا... ہم لوگ جن کوریئر سروسوں کی طرف گئے تھے... ان میں وہ پیکٹ نہیں بھیجا گیا تھا... اب اس کا مطلب ہے... پیکٹ پی سی ایس کو بھیجا گیا تھا اور انسپکٹر صاحب اس پیکٹ کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے... لیکن اس کے بعد ان کے ساتھ کیا ہوا... یہ معلوم نہیں۔"

"اور یہی ہمیں معلوم کرنا ہے... آؤ بھئی چلیں۔"

وہ فوراً پی سی ایس کے دفتر پہنچے... وہاں سے پتا چلا کہ پروفیسر ولاسکی کا ارسال کردہ پیکٹ سب انسپکٹر اکرام کے حوالے کیا جا چکا ہے اور وہ ان کے دفتر سے جا چکے ہیں۔"

یہ سن کر انہوں نے کوریئر سروس والوں کا شکریہ ادا کیا اور باہر نکل آئے۔"

"اب یہاں سے انہیں ہماری طرف آنا تھا... لہٰذا اس سڑک پر چلتے ہیں۔"

وہ اس جگہ سے اس سڑک پر چل پڑے جو ان کے گھر تک جاتی تھی:

"میں گاڑی چلاؤں گا ... تم دائیں بائیں توجہ سے دیکھتے رہو... ہیں نہ کہیں انکل اکرام نے کچھ نہ کچھ نشان چھوڑا ہوگا۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

وہ چلتے رہے ... پھر اچانک فرزانہ نے کہا:

"ٹھہرو محمود! مجھے یہاں کچھ نظر آیا ہے۔"

"اللہ کا شکر ہے ... تمہیں کچھ نظر تو آیا۔"

محمود نے یہ کہتے ہوئے کار روک لی ... اس سڑک پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی... تینوں نیچے اتر آئے... فرزانہ ایک جگہ پہنچ کر رک گئی ... انہوں نے دیکھا... وہاں سرخ رنگ کی ایک پنسل پڑی تھی اور وہ اس پنسل کو بہت اچھی طرح پہچانتے تھے ... وہ اکرام کی تھی ... یہ ایک مخصوص پنسل تھی... اور صرف ان کے دفتر والوں کو ہی کام کرنے کے لیے ملی تھی... کسی اور سرکاری دفتر والوں کو نہیں دی جاتی تھی:

"یہ پنسل ان سے گری نہیں... بلکہ انہوں نے خود یہاں گرائی... اور اس کا مطلب ہے ... یا تو وہ اس جگہ گھر گئے تھے یا انہوں نے خطرہ بھانپ لیا تھا ... اب ہمیں اس جگہ ان کی جیپ کے ٹائروں کے نشانات

دیکھنا ہوں گے۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

دونوں نے سر ہلا دیے اور سڑک پر نشانات دیکھنے لگے... ایک جگہ انہیں دو گاڑیوں کے نشانات نظر آ ہی گئے...ایک جیپ کے تھے... دوسرے کسی اور گاڑی کے ... دوسری گاڑی کے نشانات بتا رہے تھے کہ وہ اکرام کی جیپ سے آگے آ کر اس کے بالکل سامنے ترچھی ہو کر رک گئی تھی...اس طرح اکرام کو جیپ روکنا پڑی ہو گی... انہوں نے مزید غور سے دیکھا تو فرزانہ نے پر جوش آواز میں کہا:

"یہ دیکھو ... دونوں گاڑیوں کے ٹائر نیچے اتر رہے ہیں... گویا اس جگہ دشمن نے انہیں گھیر لیا تھا ...اور انہیں درختوں کے درمیان لے گئے... آؤ جلدی کرو۔"

تینوں نے درختوں کی طرف دوڑ لگا دی ... اور پھر انہیں ایک جھٹکا لگا...اکرام کی جیپ درختوں کے جھنڈ میں موجود تھی ... اورخود وہ اس میں بندھا پڑا تھا، منہ میں کپڑا ٹھونسا گیا تھا ... انہوں نے کپڑا اس کے منہ سے نکالا تو وہ بول اٹھے:

"افسوس! وہ مجھ سے وہ پیکٹ لے گئے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا ... وہ ان کی رسیاں تیزی سے کاٹ رہے تھے۔

"لیکن ۔" اکرام کے منہ سے نکلا ۔

"لیکن کیا ؟" وہ بولے ۔

"وہ اب بچ نہیں سکتے ... میں نے ان کی کار کا نمبر پڑھ لیا تھا. لیکن وہ اس بات کو بھانپ نہیں سکے ۔"

"بہت خوب ... یہ ہوئی نا بات ۔"

ریسیاں کھلتے ہی اکرام نے موٹر وہیکل رجسٹریشن آفس فون کیا... اپنا تعارف کرانے کے بعد اس نے کار کے نمبر بتائے ...اور کہا :

"یہ کار کس شخص کی ہے اور اس کا پتا بھی بتا دیں ۔"

"راؤ لیاقت 119 سی گارڈن روڈ ۔"

یہ پتا سنتے ہی وہ وہاں سے آندھی اور طوفان کی طرح روانہ ہوئے... اور 119 سی کے سامنے پہنچ کر دم لیا :

"انکل ! اندر ہم جائیں گے... آپ باہر رہ کر اپنے ماتحتوں کو فوراً یہاں بلا لیں... تاکہ اس عمارت کو گھیر لیا جائے ، کیونکہ اگر یہ وہی لوگ ہیں تو آپ کو دیکھ چکے ہیں ۔"

"تم فکر نہ کرو ۔" انہوں نے کہا اور فون کرنے لگے ۔

ادھر وہ تینوں دروازے کی طرف بڑھے... محمود نے گھنٹی کا بٹن دبایا ... تو جلد ہی دروازہ کھول دیا گیا ... اور ایک بھاری بھرکم اور لمبا

چوڑا آدمی باہر نکلا :

"ہاں! کیا بات ہے ۔" اس کا لہجہ بہت اکھڑ تھا ... بہت مضبوط ہاتھ پاؤں کا جانا پڑتا تھا ۔

"ہمیں ... راؤ لیاقت سے ملنا ہے ۔"

"اور میں تمہیں کیا نظر آرہا ہوں ۔" اس نے بھنا کر کہا ۔

"آدمی ۔" فاروق نے فوراً کہا ۔

"کیا کہا ؟" وہ دھاڑا۔

"آپ نے پوچھا ہے اور میں تمہیں کیا نظر آرہا ہوں... اس نے جواب میں کہا ہے کہ آپ ہمیں آدمی نظر آرہے ہیں... جب کہ ہمیں ملنا ہے... راؤ لیاقت سے ۔"

"عقل سے پیدل تو نہیں ہو ۔" اس نے کھا جانے والی نظروں سے تینوں کو گھورا۔

"جی نہیں... وہ دیکھیے ... وہ رہی ہماری کار ۔" فاروق مسکرایا۔

"گھاس کھا گئے ہو شاید ۔"

"ہماری طرف ابھی گھاس کھانے کا آغاز نہیں ہوا ۔" محمود نے خلا میں تکتے ہوئے کہا ۔

"مار کھاؤ گے ۔"

" اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے ... کہ مار کون کھائے گا... آپ یا ہم۔"

" کیا !!!" وہ دھاڑا۔

" گلا خراب ہو جائے گا ... گلے کی رگیں بہت نازک ہوتی ہیں۔"

فرزانہ مسکرائی۔

" تمہاری تو ایسی کی تیسی۔" یہ کہتے ہی اس نے دونوں ہاتھوں سے تینوں کو دھکا دینے کی زبردست کوشش کی تھی...اور منہ کے بل زمین پر آیا، کیونکہ وہ تینوں تو پہلے ہی ادھر ادھر ہو گئے تھے :

" یہ...یہ آپ نے کیا کیا ... ایسا بھی کیا مذاق۔"

لیاقت راؤ کا منہ مارے حیرت کے کھل گیا...اس کے چہرے پر پہلے غصہ نظر آیا، پھر وہ اچانک ہنس پڑا :

" بہت خوب! تم بہت شاندار ہو۔"

" عزت افزائی کا شکریہ۔"

" خیر ... اب کہو کیسے آئے... میں ہی لیاقت راؤ ہوں۔"

" یہ جان کر ہمیں بہت خوشی ہوئی۔ گاڑی نمبر TAP1320 آپ کی ہے۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

" ہاں بالکل ... کیوں... کیا بات ہے۔"

" تب تو ہمیں آپ سے بیٹھ کر بات کرنا ہوگی۔"

" آؤ... آؤ ... مجھے تم سے باتیں کر کے خوشی ہوگی..."

وہ انہیں اندر لے آیا ... ڈرائنگ روم عجیب وغریب تصاویر سے سجایا گیا تھا۔ کہیں بارہ سنگھے کا بڑے بڑے سینگوں والا سر تھا تو کہیں شیر کی کھال دیوار پر جڑی گئی تھی ...ایک کونے میں ایک ترکش میں بہت سے تیر نظر آئے...ترکش کے اوپر کمان بھی نصب کی گئی تھی ... گھنے جنگلوں کی تصاویر بھی تھیں...ان میں درندے بھی چھپے نظر آ رہے تھے :

" آپ... آپ کہیں شکاری تو نہیں ہیں۔" فرزانہ نے چونک کر کہا۔

" ٹھیک پہچانا ... میں شکار کا بہت شوقین ہوں۔"

" خوب خوب! اچھا اب دیکھیے ... آپ کی کار آج اس وقت سے ڈیڑھ گھنٹے پہلے کہاں تھی ... یا کس کے پاس تھی۔"

" کیوں... یہ کیوں پوچھا تم نے ... میری کار ہے... میں جسے چاہے دوں... یا میں اسے کہیں لے جاؤں۔" وہ پھر ہتھے سے اکھڑ گیا... چہرہ تن گیا۔

" اور اگر کوئی آپ کی کار کہیں لے جائے اور اس پر کوئی جرم کر

ڈالے تو۔"

"کیا مطلب ؟" اس کے منہ سے نکلا۔

"آپ کی کار پر آج کوئی جرم کیا گیا ہے ...اگر کار آپ خود نہیں چلا رہے تھے تو آپ کو یہ بتانا ہوگا کہ آپ سے کار کون لے گیا تھا۔"

اس کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا ... پھر اس نے جلدی سے کہا :

"لیکن یہ سوالات پوچھنے والے آپ ہیں کون۔"

"ہاں ! اب آپ نے ڈھنگ کا سوال پوچھا ... ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے۔"

"محکمہ سراغرسانی نے بچوں کو کب سے ملازم رکھنا شروع کر دیا۔"

"ہم باقاعدہ ملازم نہیں ہیں... بس یوں سمجھ لیں کہ اعزازی ملازم ہیں۔"

"میں آپ کے سوال کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔"

"اس صورت میں یہاں محکمے کے باقاعدہ ملازم آئیں گے. پھر آپ کا جواب کیا ہوگا۔"

"جب آئیں گے، تب دیکھا جائے گا۔"

"تو یہ کیا مشکل ہے ... وہ ابھی آجاتے ہیں... بلکہ آجاتے ہیں

کیا... وہ آئے ہوئے ہیں... آپ کے گھر کے گرد گھیرا ڈال چکے ہیں... اور گھیرا ڈالنے کے سلسلے میں باہر رک گئے تھے... ورنہ ہمارے ساتھ اندر آتے ہیں... فاروق ! انکل سے کہو... اندر آجائیں۔"

"انکل ... کون انکل۔"

"ان کا نام سب انسپکٹر اکرام ہے۔"

ادھر فاروق نے موبائل آن کیا اور بولا :

"انکل ! اندر آجائیں۔"

"آرہا ہوں ... فکر نہ کرو۔"

فاروق نے موبائل بند کرکے جیب میں رکھ لیا اور راؤ لیاقت کی طرف مڑا:

"ہمارے انکل آرہے ہیں ... اب یہ سوال وہ آپ سے پوچھیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔" اس نے سر کو جھٹکا مارا۔

پھر اکرام اندر داخل ہوا ... اس نے ایک نظر چاروں پر ڈالی... پھر بولا :

"ہاں بھئی ! کیا بات ہے۔"

"انکل ! ہم نے ان سے صرف یہ پوچھا ہے کہ آج ڈیڑھ گھنٹے

پہلے ان کی کار کہاں تھی ... بس غصے میں آگئے ... کہنے لگے ... تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے ... ہم نے کہا ... چلو ہم کوئی نہیں ہوتے ... ہمارے انکل تو کوئی ہوتے ہیں ... وہ آکر پوچھ لیتے ہیں ۔"

"بالکل ٹھیک ... ہاں تو راؤ لیاقت صاحب ... اس سوال کا جواب دیں اور سوچ سمجھ کر جواب دیں ۔"

"میری کار آج یہیں رہی ہے ... میں صبح سے کہیں نہیں گیا اور نہ میں نے کسی دوسرے کو کار دی ہے ..."

"آپ کی کار اس وقت کہاں ہے ۔"

"گیراج میں ... اور کہاں ہوتی ۔"

"آپ ہمارے ساتھ گیراج میں چلیں ... ہم آپ کو بتائیں گے کہ آپ کی کار ڈیڑھ گھنٹے پہلے کہاں تھی ..."

"چلیے ۔" اس نے منہ بنایا ۔

پھر وہ انہیں گیراج میں لے آیا ... یہاں سرخ رنگ کی ہونڈا سٹی گاڑی کھڑی تھی ... اس کا نمبر وہی تھا جو اکرام نے نوٹ کیا تھا ... یہ دیکھ کر ان پر جوش سوار ہوگیا ... اکرام نے اپنے چند ماتحتوں کو بھی اندر بلا لیا :

"اس پر سے انگلیوں کے نشانات اٹھاؤ ۔"

"آخر یہ کیا ہو رہا ہے ... کیا یہ کوئی قانونی طریقہ ہے ۔"

"آپ کا اشارہ کس طرف ہے ۔"

"آپ میرے گھر کی تلاشی لے رہے ہیں ... کیا آپ کے پاس تلاشی کے وارنٹ ہیں ۔"

"تلاشی لینے کو ہم تلاشی لے سکتے ہیں اور وارنٹ بھی دکھا سکتے ہیں، لیکن ہم نے ابھی آپ کے گھر کی تلاشی لی کب ہے ۔"

"اور یہ کیا ہو رہا ہے ۔" اس نے جل کر کہا ۔

"یہ تو ہم کار کو چیک کر رہے ہیں ۔"

"لیکن میرے نزدیک یہ عمل تلاشی لینے کے برابر ہے ۔"

"اگر بات یہی ہے تو پھر ہم آپ کو وارنٹ دکھا دیتے ہیں ... اگر آپ اس وارنٹ کو نہیں مانتے تو ہمارے خلاف پولیس کو بلا لیں ... پولیس آفیسر آپ کو بتائے گا کہ ہم اس وارنٹ کی رو سے تلاشی لے سکتے ہیں یا نہیں ۔" اکرام نے جلدی جلدی کہا ۔

"آپ پہلے وارنٹ تو دکھائیں ۔" اس نے بُرا سا منہ بنایا ۔

"محمود ... وارنٹ ۔" اکرام نے کہا ۔

"جی ضرور ... کیوں نہیں ۔" محمود نے مسکرا کر کہا اور پھر خصوصی اجازت نامہ نکال کر اس کے سامنے کر دیا ۔

"یہ کیا ہے ... اس نے بھاڑ سا منہ کھولا ۔

"وارنٹ ۔"

"یہ وارنٹ نہیں ... یہ تو کوئی اور سرکاری تحریر ہے ۔"

"پہلے پڑھ لیں پھر بات کریں ۔" محمود نے جھلا کر کہا ۔

اب اس نے تحریر پڑھی اور پھر اس کے چہرے پر حیرت ہی حیرت نظر آئی ... اس نے گھبرا کر کہا :

"تت ... تم ... تم انسپکٹر جمشید کے بچے ہو ۔"

"جی ہاں جناب ! بہت دیر کی سمجھنے میں ... اب بتایئے ڈیڑھ گھنٹے پہلے کار کہاں تھی ۔"

"یہیں تھی ۔" اس نے فوراً کہا ۔

"انکل ! ہم اس گھر کی تلاشی لیں گے ۔"

"ہرگز نہیں ۔"

اس نے چیخ کر کہا اور پھر اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا :

☆☆☆☆☆

ارے

پروفیسر غوری کے فون کی گھنٹی بجی ...انہوں نے اسکرین پر نظر ڈالی... نمبر جانا پہچانا نہیں تھا ...انہوں نے ریسیور اٹھا لیا اور بولے:

"السلام علیکم ! پروفیسر غوری بات کر رہا ہوں ۔"

"اللہ کا شکر ہے ... یہ آپ ہی ہیں ... سنیے ! میں نے آپ کو ایک پیکٹ بذریعہ کوریئر سروس بھیجا ہے ...اس بارے میں دشمن کو پتا چل گیا ہے... لہٰذا اس پیکٹ کو اڑا لینا چاہتے ہیں ... اس کا مطلب ہے ، ان کی کوشش یہ ہو گی کہ پیکٹ آپ تک نہ پہنچے... مہربانی فرما کر فوراً انتظام کر لیں... اس میں ایک بہت اہم چیز ہے ۔"

یہ کہتے ہی فون بند کر دیا گیا ... پروفیسر غوری گھبرا گئے... انہوں نے فوراً انسپکٹر کامران مرزا کے نمبر ملائے... سلسلہ فوراً مل گیا ... اور ان کی آواز سنائی دی :

"خیر تو ہے پروفیسر صاحب ! لگتا ہے کچھ گڑبڑ ہے ۔"

"کیسے جان لیا کہ ادھر گڑبڑ ہے ... میں نے تو ابھی کوئی بات ہی نہیں کی۔"

"یہ وقت آپ کے فون کرنے کا نہیں ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا ہنسے۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے۔"

"اچھا تو بتائیے کیا بات ہے۔"

"ابھی ابھی فون پر کسی نامعلوم آدمی نے بتایا ہے، اس نے میرے نام ایک پیکٹ کوریئر سروس کے ذریعے بھیجا ہے ... اس بات کا پتا دشمنوں کو لگ گیا ہے ... وہ اس پیکٹ کو ہر حال میں اڑانے کی کوشش کریں گے ... اس میں ایک بہت اہم چیز ہے ... لہٰذا وہ کسی طرح بھی اس پیکٹ کو حاصل نہ کر پائیں۔"

"فون کرنے والے نے اپنا نام بتایا؟"

"نہیں ... وہ بہت گھبرایا ہوا تھا ... شاید دشمن اس کے تعاقب میں تھے۔"

"ہوں ... اچھا خیر کوریئر والوں سے آپ کے نام کا پیکٹ حاصل کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ... میں اسی وقت کام شروع کر رہا ہوں ... جب کہ پیکٹ تو یہاں کل پہنچے گا۔"

"ہاں کامران مرزا ... یہی بات ہے ... اب جونہی وہ پیکٹ تم حاصل کر لو ... میرے پاس لے آنا ... میں بہت بے قراری محسوس کر رہا ہوں کیونکہ۔" وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"کیونکہ کیا؟"

"فون کرنے والے کی آواز میں کہیں سن چکا ہوں۔"

"اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔ پھر انہوں نے کہا:

"آپ فکر نہ کریں ... جونہی پیکٹ یہاں کے دفتر میں آئے گا ... ہم اسے حاصل کر لیں گے ... اب یہ معلوم نہیں کہ کون سی کوریئر سروس سے پیکٹ بھیجا گیا ہے ... لیکن خیر ... یہ بھی کوئی فکر کی بات نہیں ... ہم شہر میں موجود تمام کوریئر سروسوں پر وقت سے پہلے پہنچ جائیں گے۔"

"بالکل ٹھیک کامران مرزا! ویسے میں بہت بے چین رہوں گا۔"

"مجبوری ہے ... کل سے پہلے ہم کچھ نہیں کر سکتے ... آج وہ پیکٹ ارسال کیا گیا ہے ... ہم نہیں جانتے کہاں سے ... لہٰذا وہ کل یہاں پہنچے تو ہم کارروائی کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔"

"اچھی بات ہے ... میں تمہاری طرف سے خبر سننے کا انتظار کروں گا۔" یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔

آفتاب، آصف اور فرحت ان کے پاس ہی موجود تھے:

’’لگتا ہے ... پروفیسر انکل نے کوئی کیس آپ کو سونپا ہے۔‘‘ فرحت بولی۔

’’اندازہ درست ہے۔‘‘ وہ مسکرائے اور پھر انہیں تفصیل سنادی۔

’’مطلب یہ کہ ایک کیس شروع ہوا چاہتا ہے۔‘‘ آفتاب نے منہ بنایا۔

’’نکل گئی جان ... کیس کے نام سے۔‘‘ آصف نے اسے گھورا۔

’’لیکن آج سے نہیں ... کل سے ... یہ کیس اگر شروع ہونے والا ہے بھی تو کل شروع ہوگا ...‘‘

’’اور مجھے اس سے خوف کی بو آرہی ہے۔‘‘ آصف نے جلدی سے کہا۔

’’کک ... کیا کہا ... خخ ... خوف کی بو۔‘‘ آفتاب چلا اٹھا۔

’’ہاں! لیکن تم فاروق نہیں ہو ...‘‘

’’نہ سہی ... لیکن یہ کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے۔‘‘

’’دیکھا آپ نے انکل۔‘‘ فرحت ان کی طرف پلٹ پڑی۔

’’دیکھا نہیں سنا۔‘‘ انسپکٹر کامران مرزا ہنسے اور پھر پانچوں چائے کی طرف متوجہ ہو گئے ...

دوسرے دن انہوں نے سب انسپکٹر شاہد اور باقی ماتحتوں کو کوریئر سروسوں کے صدر دفتروں پر مقرر کر دیا ... خود بھی سب سے بڑی کوریئر سروس کے دفتر پہنچ گئے ... وہاں کے منیجر انہیں پہچانتے تھے ... دفتر میں فوراً ہی ہل چل مچ گئی ... انسپکٹر کامران مرزا نے انہیں اطمینان رکھنے کے لیے کہا ... پھر منیجر کو اپنی آمد کا مقصد بتایا۔

’’بھیجنے والے کا نام ادھر وصول کرنے والے کا نام؟‘‘ منیجر نے کہا۔

’’بھیجنے والے کا نام معلوم نہیں ... وصول کرنے والے ہیں پروفیسر غوری۔‘‘

’’اوہ اچھا!‘‘

انہوں نے ڈاک میں سے پیکٹ تلاش کرنے کا حکم دیا ... جلد ہی پیکٹ مل گیا۔ منیجر نے ان کے سامنے رکھ دیا اور بولے:

’’آپ رسید کے طور پر تحریر لکھ دیں ... کیونکہ پروفیسر غوری صاحب ہم سے مطالبہ کر سکتے ہیں۔‘‘

’’ضرور کیوں نہیں ... ہم یہاں انہی کی خواہش پر آئے ہیں ... آپ چاہیں تو میں ان سے فون پر بات کرا دوں۔‘‘

’’نہیں! مجھے آپ پر پورا یقین ہے ... یہ کارروائی تو صرف اس

لیے ہے کہ کل ادارے کا کوئی ذمے دار مجھ سے اس سلسلے میں بات نہ کرے۔"

"ٹھیک ہے۔"

انہوں نے تحریر لکھ دی ... اور پیکٹ لے کر باہر آ گئے... پھر جونہی وہ جیپ میں روانہ ہوئے... زور سے چونکے:

"ہوشیار ... ہم خطرے میں ہیں... ہمارا تعاقب شروع ہو چکا ہے... گویا یہ لوگ ہم سے پیکٹ اڑا لے جانا چاہتے ہیں... آصف ... پیکٹ کو خفیہ خانے میں رکھ دو... اور اسے بند کر دو... میں ذرا ان سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتا ہوں۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا اس سے یہ بہتر نہیں ہوگا ابا جان کہ پہلے ہم تجربہ گاہ پہنچ جائیں۔" آصف بولا۔

"میرا بھی یہی مشورہ ہے۔" فرحت نے جلدی سے کہا۔

"مشورہ ضرور ٹھیک ہے ... لیکن یہ لوگ ہمیں اس پر عمل نہیں کرنے دیں گے۔"

"جی ... کیا مطلب؟"

"یہ ہماری جیپ سے آگے بھی ہیں اور پیچھے بھی... اب اگر یہ کوئی بم مارنے کی دھمکی دیں تو ہمیں ان کی ہدایات پر عمل کرنا پڑے

گا۔"

"اوہ! تو کیا یہ اس حد تک جا سکتے ہیں۔"

"اوہو بھئی... اس حد تک جانا آج کل کیا مشکل ہے۔"

"اوہ ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... لیکن کوشش کر دیکھنے میں کیا حرج ہے... آپ تجربہ گاہ کا رخ کر لیں... پھر دیکھئے یہ کیا کرتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... یونہی سہی۔"

انہوں نے جیپ تجربہ گاہ جانے والی سڑک پر ڈال دی... ساتھ ہی دبی آواز میں بولے:

"تم ایک کام اور کیوں نہیں کرتے۔"

"جی... وہ کیا۔"

اب انہوں نے سٹیرنگ ایک ہاتھ سے سنبھالا اور دوسرے سے ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر فرحت کو دے دیا... تینوں نے پڑھا... لکھا تھا... ایک پیکٹ بنا لو... اور اسے کار کے دوسرے خانے میں رکھ دو... جو ظاہر میں خفیہ ہے... لیکن حقیقت میں خفیہ نہیں ہے۔"

انہوں نے سر ہلا دیے اور اس کام میں مصروف ہو گئے... ادھر جیپ سنسان سڑک پر آ گئی... اسی وقت دونوں کاریں نزدیک آ گئیں...

اگلی کار ترچھی کر کے سڑک کے درمیان میں روک لی گئی... ساتھ ہی پیچھے والی کار نے بھی یہی کیا... پھر اگلی کار میں سے دو آدمی اتر ان کی طرف بڑھے... نزدیک آ کر ان میں سے ایک نے کہا:

"تم لوگ پوری طرح ہماری زد میں ہو۔ ہم ایک اشارے پر تم کو گاڑی سمیت پرخچوں میں تبدیل کر سکتے ہیں.."

"کیا چاہتے ہو۔"

"وہ پیکٹ ... جو تم لوگوں نے کوریئر سروس سے حاصل کیا ہے... وہ ہمارے حوالے کر دو۔"

"ناممکن..." انسپکٹر کامران مسکرائے۔

"یہ دیکھیں... یہ رہا بم۔"

ایک نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔ اور اگلے ہی سیکنڈ ان کی جیپ کے عقب میں زوردار دھماکا ہوا اور وہاں زمین میں ایک گڑھا نمودار ہوگیا.. گرد اور مٹی کی بوچھاڑ سی ان پر پڑی اور وہ سر سے پاؤں تک مٹی کے بھوت بن کر رہ گئے:

"ٹھیک ہے... ہم وہ پیکٹ تم لوگوں کو دے دیتے ہیں... لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ پیکٹ وصول کرنے کے بعد تم ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔"

"اس کے بعد ہمیں کیا ضرورت رہ جائے گی ایسا کچھ کرنے کی۔"

"میں نے کہا ہے، ضمانت کیا ہے اس بات کی۔" انسپکٹر کامران مرزا نے جل کر کہا۔

"کیا ہم ضمانت دینے پر مجبور ہیں۔" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"ہاں!" انسپکٹر کامران مرزا نے ہاں پر زور دیا۔

"کیا کہا ... ہاں۔" اس نے اور زیادہ سخت لہجے میں کہا۔

"ہاں! میں نے یہی کہا ہے ... ہاں۔"

"آخر کیسے ... ہم کس طرح مجبور ہیں... ہم چاہیں تو تمہیں ابھی گولیوں سے چھلنی کر دیں اور پیکٹ لے کر چلتے بنیں۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ... پیکٹ کار کے ایک خفیہ خانے میں ہے اور تم ہمیں ختم بھی کر دو گے تو بھی پیکٹ حاصل نہیں کر پاؤ گے۔"

"اوہ۔"

"جی جناب! اب بتاؤ... آپ ضمانت دینے پر مجبور ہو یا نہیں۔"

وہ فوری طور پر کچھ نہ کہہ سکا، آخر بولا:

"ٹھیک ہے ...بتاؤ ... کیا چاہتے ہو۔"

"تم لوگ اس جگہ سے پچاس قدم دور چلے جاؤ ... ہماری گاڑی ان دونوں گاڑیوں کے درمیان اسی طرح کھڑی رہے گی ... ظاہر ہے ہم

پیدل تو فرار ہو نہیں جائیں گے ... تم اپنی گاڑیوں کے انجن بند کر کے گاڑیاں لاک کر دو...اور پیچھے ہٹ جاؤ ... جب تم پچاس قدم دور چلے جاؤ گے ... اس وقت ہم گاڑی سڑک سے اتار لیں گے ...اور درختوں کے درمیان کھڑی کر دیں گے، پھر پیکٹ نکال کر زمین پر رکھ دیں گے اور درختوں کے درمیان آگے بڑھ کر درختوں کی اوٹ لے لیں گے ... تم کو پیکٹ مل چکا ہوگا ... لہٰذا پیکٹ لیتے ہی چلے جاؤ..." یہاں تک کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا خاموش ہو گئے... کار والا چند لمحے تک سوچتا رہا، پھر اس نے کہا:

"میرا خیال اس ترکیب پر عمل جا سکتا ہے ... لیکن ہماری بھی ایک شرط ہے۔"

"اور وہ کیا؟"

"دیکھو... جب تم لوگ درختوں کی اوٹ لے لو گے اور ہم پیکٹ اٹھا کر سڑک کی طرف بڑھیں گے ... اس وقت تم بھی تو ہم پر فائر کر سکتے ہو ... تم بھی اس بات کی ضمانت دو کہ فائرنگ نہیں کرو گے۔"

"تمھارا مطالبہ بھی معقول ہے ... خیر اس کا حل یہ ہے کہ ہم اپنے پستول درختوں کے درمیان پھینک دیتے ہیں، ظاہر ہے... ہمیں ان کو تلاش کرنے میں وقت لگے گا، اتنی دیر میں تم لوگ اپنی کاروں تک پہنچ

چکے ہو گے... اور آسانی سے جا سکو گے۔"

"اچھی بات ہے ... ہمیں منظور ہے ... اب پہلے تم پستول اچھال دو اور اپنی کار سڑک سے نیچے اتار کر روک لو..."

"ٹھیک ہے۔"

انہوں نے ایسا ہی کیا ... پہلے پستول پھینک دیے، پھر کار سڑک سے اتاری اور ان سے بولے:

"اب تم پچاس قدم دور چلے جاؤ تاکہ ہم پیکٹ خفیہ خانے سے نکال کر زمین پر گرا دیں اور آگے بڑھ جائیں۔"

وہ پچاس قدم دور چلے گئے... اب یہ لوگ آگے بڑھے اور جعلی پیکٹ خانے میں سے نکال کر زمین پر گراتے ہوئے آگے بڑھ گئے... پھر درختوں کی اوٹ لے کر کھڑے ہو گئے... انہوں نے انہیں وہ پیکٹ اٹھاتے دیکھا۔ پیکٹ اٹھاتے ہی دشمن فوراً سڑک کی طرف دوڑ پڑے ... شاید وہ اس بات سے خوف زدہ تھے کہ کہیں وہ پستول تلاش کر کے ان پر فائرنگ نہ کر دیں... جلد ہی دونوں کاریں شہر کی طرف چلی گئیں ...اب انہوں نے بھی فوراً اپنے پستول اٹھائے اور کار کو سڑک پر لے آئے:

"لیکن انکل ... اسی سڑک پر واپس جانے کی بجائے اب ہمیں

دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے ... ہو سکتا ہے، وہ پیکٹ کھول کر دیکھ لیں اور پلٹ آئیں۔"

" ٹھیک ہے ... ہم آگے چلیں گے اور پھر راستہ تبدیل کریں گے۔"

انہوں نے کہا اور گاڑی پوری رفتار پر چھوڑ دی ... اس طرح جلد ہی وہ پروفیسر غوری کی تجربہ گاہ پہنچ گئے۔ وہ پہلے ہی ان کا بے تابی سے انتظار کر رہے تھے:

" بہت دیر لگا دی کامران مرزا۔"

" بتاتے ہیں پروفیسر صاحب۔" وہ مسکرائے۔

پھر انہوں نے تفصیل سنا دی ... وہ حیرت زدہ رہ گئے:

" اس کا مطلب ہے... اس نے کوئی بہت اہم چیز بھیجی ہے، لیکن معلوم نہیں وہ ہے کون اور خود وہ نہ جانے کہاں ہو گا۔"

" اس کا بھی پتا چل جائے گا۔"

" خیر ... پہلے تو تم وہ پیکٹ نکالو ... مارے بے چینی کے برا حال ہے۔"

انہوں نے پیکٹ ان کے سامنے رکھ دیا:

" اس سے پہلے کہ ہم اسے کھولیں... آلات کے ذریعے چیک کر

لیتے ہیں۔"

" ہاں! ٹھیک ہے۔"

پروفیسر غوری نے پیکٹ کو چیک کیا ... اس میں کوئی خطرناک مادہ نہیں تھا... اب انہوں نے اسے کھولنا شروع کیا ... سب کی نظریں اس پر جمی تھیں کہ نہ جانے اس میں سے کیا چیز برآمد ہوتی ہے ... پھر جونہی پیکٹ کی چیز سامنے آئی ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

" ارے!"

☆☆☆☆☆

ایجاد

"کیا یہ شوکی برادرز کا دفتر ہے۔"

دروازے پر آکر رکنے والے سرخ و سپید رنگت کے ادھیڑ عمر آدمی نے یوروپین لہجے کی اردو میں کہا تھا تو ان کی آنکھیں چمک اٹھیں اور کیوں نہ چمک اٹھتیں... ان کے پاس تو کئی ہفتوں سے کوئی کیس نہیں آیا تھا اور بنک بیلنس صفر پر پہنچ چکا تھا:

"جی ہاں! اللہ کی مہربانی سے۔" مکھن نے جلدی سے کہا۔

"بہت خوب! پھر تو میں اندر آ سکتا ہوں۔"

"جی ضرور... کیوں نہیں... تشریف لائیے۔"

اور پھر وہ اندر آکر ان کے سامنے بیٹھ گیا... پہلے اس نے چاروں پر ایک نظر ڈالی... پھر قدرے حیران ہو کر بولا:

"کہاں ہیں شوکی برادرز۔"

"اور ہم آپ کو کیا نظر آرہے ہیں۔" آفتاب نے جھلا کر کہا۔

"اوہ... تو آپ ہی ہیں شوکی برادرز... لیکن آپ لوگ تو نو عمر ہیں۔"

"تو کیا ہوا... آپ یہ فرمائیں... کس سلسلے میں تشریف لائے ہیں۔"

"ایک مسئلہ ہے... لیکن میں ابھی بتاؤں گا نہیں... پہلے آپ بتائیں... آپ ایک کیس کا کتنا معاوضہ لیتے ہیں۔"

"یہ کام کی نوعیت پر ہے... آپ پہلے کام بتائیں، پھر ہم آپ کو اپنا معاوضہ بتائیں گے۔"

"اچھی بات ہے... پہلے کام سن لیں... آپ کو میری حفاظت کرنا ہوگی۔" اس نے کہا۔

"اگر آپ کو کسی دشمن سے خطرہ ہے تو آپ نے پولیس کی خدمات کیوں حاصل نہیں کیں۔"

"آج کے دور میں پولیس کافی بدنام ہو چکی ہے... میں ان سے مدد لینا پسند نہیں کرتا۔"

"خیر... آپ کو خطرہ کیا ہے یا کس سے ہے اور آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں... وضاحت کریں۔" شوکی نے آگے کو جھکتے ہوئے کہا۔

"کچھ دشمن میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں... لیکن آپ لوگ بے فکر

رہیں... وہ مجھے اس طرف آتے ہوئے نہیں دیکھ سکے ... بس آپ مجھے کسی محفوظ جگہ چھپا دیں ...میں آپ کو معاوضہ بھی دوں گا اور آپ کا احسان بھی مانوں گا..."

"یہ تو کوئی کام نہ ہوا۔" آفتاب نے بُرا سا منہ بنایا۔

"کیوں! کام کیوں نہ ہوا؟"

"اس لیے کہ ہم کب تک آپ کی حفاظت کریں گے ... ظاہر ہے، وہ تاک میں لگے رہیں گے اور اگر انہیں موقع مل گیا تو وار کر ڈالیں گے ... اس لیے میں نے کہا ہے، یہ تو کوئی کام نہ ہوا۔"

"تب پھر ... آپ کیا سمجھتے ہیں۔"

"آپ ذرا تفصیل سے بتائیں...معاملہ کیا ہے ... پھر ہم ان لوگوں کا انتظام کریں گے ...اللہ نے چاہا تو آپ کی ان سے جان چھڑا دیں گے ... انہیں اس قابل نہیں چھوڑیں گے کہ وہ زندگی بھر آپ کو نقصان پہنچا سکیں گے۔"

"بہت خوب! یہ تو واقعی بہت اچھی بات ہے... کسی نے آپ کے بارے میں غلط نہیں کہا تھا۔"

"اور کسی نے ہمارے بارے میں آپ کو کیا کہا تھا۔"

"یہ کہ بہت کام کے لوگ ہیں۔"

"خیر... اس بات کو چھوڑیں ... اور تفصیل بتائیں۔"

"کہیں وہ لوگ میری تلاش میں اس طرف نہ نکل آئیں... اور مجھے یہاں دیکھ نہ لیں ... لہٰذا یا تو آپ دروازہ بند کردیں... یا پھر مجھے کسی اور جگہ لے چلیں... کیونکہ یہ جگہ تو محفوظ نہیں ہے۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"اچھی بات ہے ... آپ کے اطمینان کے لیے ہم یہ کیے لیتے ہیں... اشفاق دروازہ بند کردو۔"

"جی بھائی جان۔" اشفاق اٹھا اور دفتر کا دروازہ بند کردیا۔

"ہاں! اب بتائیں..."

"میرا نام پروفیسر ولاسکی ہے ... اور میں ایک سائنس دان ہوں..."

"کیا کہا ... پروفیسر ولاسکی ... اور آپ سائنس دان ہیں۔"

"ہاں ! میری ایک ایجاد ہتھیانے کے سلسلے میرے اردگرد پہلے ہی دشمنوں نے گھیرا ڈال لیا تھا... اور مجھے اس بات کا احساس ہوگیا تھا... اس لیے میں نے اس ایجاد کو دو حصوں میں تقسیم کرکے ایک حصہ پروفیسر داؤد صاحب اور دوسرا حصہ پروفیسر غوری صاحب کو۔"

"کیا !!!" چاروں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"کیوں کیا ہوا ؟"

"آپ نے ایسا کیوں کیا..."

"تا کہ دشمن اس ایجاد تک نہ پہنچ سکیں۔"

"اچھا خیر... آگے کہیے۔"

"لیکن دشمن باقاعدہ میری نگرانی کر رہا تھا ...اس نے مجھے کوریئر سروس کے دفتر جاتے ہوئے دیکھ لیا ...جب میں واپس گھر پہنچا تو انہوں نے مجھ سے اس بارے میں جاننے کی کوشش کی ...میں نے انہیں چکر دے دیا ... اور نکل آنے میں کامیاب ہو گیا ... اب وہ شکاری کتوں کی طرح مجھے تلاش کرتے رہتے ہیں۔"

"اور آپ کا گھر اس شہر میں ہے ؟" شوکی نے پوچھا۔

"ہاں! بالکل ... یہی بات ہے۔"

"اچھی بات ہے ... آپ فکر نہ کریں... پہلے ہم پروفیسر داؤد صاحب سے معلوم کرتے ہیں۔"

"اوہو ! ابھی پیکٹ ان تک کہاں پہنچا ہوگا... ادھر میں نے پیکٹ کوریئر سروس کے حوالے کیے ، ادھر وہ میرے پیچھے لگ گئے اور میں پروفیسر داؤد اور پروفیسر غوری کو پیغام دے کر نکل آیا ...وہ تو کل کسی وقت پہنچیں گے۔"

"لیکن ہمیں انہیں خبردار تو کرنا ہوگا۔"

"یہ کام میں کر چکا ہوں...البتہ پروفیسر غوری سے بات کرتے وقت یہ نہیں بتا سکا کہ فون میں کر رہا ہوں۔بس اتنا ہی بتا پایا کہ ایک پیکٹ ان کو کوریئر سروس سے بھیجا ہے ۔ وہ میری آواز پہچان گئے ہوں تو اور بات ہے ۔لیکن اب آپ لوگ میری حفاظت کی بات کریں۔"

"کیا وہ ایجاد ہمارے ملک کی امانت ہے ... یا آپ کی ذاتی چیز ہے اور آپ اس سے دولت کمانا چاہتے ہیں۔" شوکی نے پوچھا۔

"ایسی بات نہیں... مجھے دولت کا کوئی لالچ نہیں... میں تو انسانیت کو جنگ کی تباہ کاریوں اور بڑی طاقتوں کی چیرہ دستیوں سے بچانے کے لیے کچھ کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"تب آپ ہمارے دوست ہیں... ہمارے ساتھی ہیں... آپ سے کوئی معاوضہ نہیں لے سکتے ... آیئے ... ہم آپ کو ایک محفوظ مقام پر لے چلیں... پھر وہاں پہنچ کر سوچیں گے کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"اچھی بات ہے ۔"

"اشفاق ... جلدی سے کوئی ٹیکسی روکو اور دروازے کے بالکل ساتھ لے آؤ ، ہم اتنی دیر میں اپنا کام کرتے ہیں۔یعنی پروفیسر ولاسکی کی شکل تبدیل کرتے ہیں۔"

"ٹھیک بھائی جان ۔"

اشفاق نے کہا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا ۔ اخلاق نے فوراً ہی دروازہ اندر سے بند کر لیا ... اب تینوں اپنے کام میں مصروف ہو گئے ... دو منٹ بعد دروازے پر دستک ہوئی ۔ شوکی نے آفتاب کو اشارہ کیا ، اس نے اٹھ کر دروازہ تھوڑا سا کھولا تو اشفاق اندر آ گیا :

"ٹیکسی آ گئی ہے ۔"

"ٹھیک ہے ... بس ابھی چلتے ہیں ۔"

آفتاب دروازہ بند کر چکا تھا ... انہوں نے جلدی جلدی اپنا کام مکمل کیا ، پھر شوکی نے کہا :

"آیئے بابا جی چلیں ۔"

"کیا کہا ... بابا جی ۔" پروفیسر ولاسکی نے حیران ہو کر کہا ۔

"یہ لیں ... پہلے آئینے میں اپنا حلیہ دیکھ لیں ۔"

یہ کہہ کر آفتاب نے آئینہ ان کے سامنے کر دیا ... وہ بڑی طرح اچھلے :

"ارے یہ کیا ... یہ ... یہ میں اتنا بوڑھا کیوں لگ رہا ہوں ۔"

"ہم نے آپ کا حلیہ بدل دیا ہے ... وہ بھی ریڈی میڈ چیزوں سے ... تاکہ راستے میں کوئی دشمن آپ کو پہچان نہ لے ۔"

"بھئی واہ ... تم تو کمال کے لڑکے ہو ۔"

"جی نہیں ... ہم مشتاق احمد کے ہیں ... اب چلیے ... مم ... مگر ... نہیں ۔" شوکی گھبرا گیا ۔

"اب کیا ہوا ۔"

"کک ... کک ..." شوکی ہکلایا ۔

"کک ... کک ... کیا ۔"

"آفتاب اندر جاؤ ... امی جان کو صورت حال مختصر طور پر بتاؤ ... امید ہے ... وہ اپنی کسی نہ کسی جیب سے ۔"

"ایک منٹ ... میں سمجھ گیا ... تم لوگوں کے پاس ٹیکسی کا کرایہ نہیں ہے ... بے فکر ہو جاؤ ، میری جیب میں بہت پیسے ہیں ۔"

"لل ... لیکن آپ سے کرایہ لینا اچھا نہیں لگے گا ۔"

"یہ ان باتوں کا وقت نہیں ۔" پروفیسر ولاسکی بولے ۔

"ہاں ! یہ تو ہے ۔"

"تو پھر چلو ... جلدی کرو ۔"

اور پھر وہ باہر نکل کر ٹیکسی میں بیٹھ گئے ۔ شوکی نے اس ڈرائیور کو پتا بتایا ... اور ان کا سفر شروع ہو گیا ... جلد ہی وہ کرنل فارانی کے گھر میں داخل ہو رہے تھے ... اور وہ حیرت زدہ انداز میں انہیں دیکھ رہے

تھے :

" یہ تم کن بابا جی کو ساتھ لیے پھر رہے ہو ۔"

وہ ہنس پڑے... پروفیسر ولاسکی کا منہ بن گیا ... پھر شوکی نے دروازہ اندر سے بند کیا اور انہیں ساری بات بتادی:

" تمہارا مطلب ہے ... یہ پروفیسر ولاسکی ہیں... سائنس دان ہیں... اور ان کی حفاظت کا مسئلہ ہے ۔"

" جی ہاں! بالکل یہی بات ہے ۔"

" تب پھر پروفیسر صاحب ! آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں... ویسے بہتر رہے گا ... آپ اسی حلیے میں رہیں۔"

" ٹھیک ہے... مجھے کوئی اعتراض نہیں ۔" وہ بولے۔

" اب اپنی اس ایجاد کے بارے میں کچھ بتائیں ۔" کرنل فارانی نے کہا ۔

کیا مطلب ؟" پروفیسر چونکے۔

" میں نے کہا ہے ... آپ اس ایجاد کے بارے میں تفصیل سے بتائیں۔"

" تن نہیں ۔" انہوں نے گھبرا کر کہا ۔

" کیا ہوا ... آپ پریشان کیوں ہو گئے۔"

" میں... آپ کو ... ایجاد کے بارے میں نہیں بتا سکتا... آپ لوگوں کے لیے بھی بہتر ہے کہ آپ اس کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھیں۔" انہوں نے کہا۔

" ٹھیک ہے ،آپ یہ چاہتے ہیں تو یونہی سہی، ہم ایجاد کے بارے میں کوئی سوال نہیں کریں گے... کیا اب ہم پروفیسر داؤد صاحب اور پروفیسر غوری کو آپ کے بارے میں بتا دیں کہ آپ ہمارے پاس ہیں۔"

" میرے خیال میں تو ابھی نہ بتائیں...احتیاط کا تقاضا یہی ہے۔"

" جی اچھا۔" شوکی نے کہا... وہ خود بھی یہی چاہتا تھا کہ ایجاد کا ذکر نہ کیا جائے : " ٹھیک ہے... ہم نہیں پوچھیں گے ۔"

" اب پہلے ہمیں ان کی حفاظت کا انتظام کرنا چاہیے ۔"

" ضرور کیوں نہیں... آپ میرے ساتھ آئیں ۔" کرنل فارانی نے کہا ۔

وہ اٹھے ہی تھے کہ بیرونی دروازے پر دستک ہوئی...وہ زور سے اچھلے :

☆☆☆☆☆

وہ آ گیا

ان کے چہروں پر ایک رنگ آ کر گزر گیا ... یہ کوئی کم جرأت کی بات نہیں تھی... اس نے ان سب پر پستول تان لیا تھا... جب کہ اسے بتا دیا گیا تھا کہ ان کا تعلق محکمہ سراغ رسانی سے ہے... اس کے باوجود اس نے ان پر پستول تان لیا تھا اور یہ بات انہیں فکر مند کر دینے کے لیے کافی تھی:

"کیا آپ نے ہم پر پستول سوچ سمجھ کر تانا ہے..." فرزانہ نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں! کیوں نہیں۔" وہ ہنسا۔

"پھر سوچ لیں... آپ نے محکمہ سراغ رسانی کے اہل کاروں پر پستول تانا ہے..."

"جانتا ہوں۔"

"آپ کی مرضی ... اب آپ کے ساتھ جو ہوگا، اس کے ذمے

دار آپ خود ہوں گے ... یہ دیکھیے ... میرے ہاتھ میں کیا ہے۔" محمود نے سرد آواز میں کہا۔

ادھر اس نے چونک کر محمود کی طرف دیکھا... ادھر پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا... کیونکہ فاروق نے اپنی جیب سے کوئی چیز نکال کر اس پر کھینچ ماری تھی... وہ چیز ایک دھماکے سے پھٹی تھی اور پھر اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکل گئی تھی ... اس کے ساتھ ہی پستول اس کے ہاتھ سے نکلا اور وہ اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے ملتا چلا گیا:

"اس میں ہمارا قصور نہیں... قصور سراسر آپ کا ہے ... ہم نے تو آپ کو پہلے ہی اپنے بارے میں بتا دیا تھا... انکل... اب انہیں زحمت تو ہو گی... لیکن مجبوری ہے۔" یہ کہتے ہوئے فاروق اکرام کی طرف مڑا۔

"مجبوری ... یہ یہاں مجبوری کہاں سے ٹپک پڑی۔" محمود نے بُرا سا منہ بنایا۔

"بھئی مجبوری کے ٹپک پڑنے کی بھی ایک ہی کہی... کہیں سے بھی ٹپک سکتی ہے۔"

"کک... کیا ٹپک سکتی ہے۔" فرزانہ نے بے خیالی کے انداز میں کہا۔

"تم پروفیسر داؤد نہیں... فرزانہ ہو۔" فاروق نے گویا اسے یاد دلایا۔

"اوہ ہاں ... واقعی... یہ بات تو بالکل ٹھیک ہے۔"

"اور یہاں کسی مجبوری کا ذکر ہو رہا تھا۔" اکرام نے جل کر کہا۔

"جی ہاں انکل ... میں کہہ رہا تھا کہ مجبوری ہے... آپ انہیں گرفتار کرلیں ... کیونکہ اب یہ ہم پر پستول تان چکے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک اور اب ہم اس مکان کی اچھی طرح تلاشی لیں گے۔"

"تت تلاشی کے بچے... پہلے میری آنکھوں کا کچھ کرو، میں مرا جا رہا ہوں۔" راؤ لیاقت چلایا۔

"ابھی لیجیے انکل! لیکن نہیں ... پہلے آپ یہ بتائیں... وہ پیکٹ کہاں ہے۔"

"پیکٹ ... کون سا پیکٹ۔"

"وہی جو ہمارے انکل سے چھینا ہے... لیکن انہوں نے وہاں آپ کی کار کے نمبر دیکھ لیے تھے..."

"اوہ!" اس کے منہ سے نکلا۔

"صرف اوہ کہنے سے کام نہیں چلے گا ...یہ بتا دیں ... وہ پیکٹ

کہاں ہے۔"

"ان... اندر میری الماری میں... لیکن میں اسے کیا جواب دوں گا..." اس نے مارے تکلیف بڑی مشکل سے کہا۔

"اور یہ اسے کس کا نام ہے؟" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس کا نام ہے ... ساروکا...وہ ... وہ بہت خوفناک آدمی ہے ...وہ پیکٹ لینے کے لیے آتا ہی ہوگا۔"

"تب تو پھر آپ جلدی سے بتا دیں... پیکٹ کہاں ہے..."

"بتایا تو ہے ... الماری میں۔" اس نے بھنا کر کہا۔

"کوٹھی میں تو نہ جانے کتنی الماریاں ہوں گی۔"

"میرے ... سونے کے کمرے والی الماری میں... اس طرف۔" اس نے بتایا۔

اب وہ اسے لیے اندر آگئے... ایسے میں محمود نے کہا:

"انکل! باہر آپ کے آدمی چوکس تو ہیں نا ... کیونکہ ابھی کوئی اور بھی آنے والے ہیں۔"

"ہاں! تم فکر نہ کرو...ویسے میں انہیں مزید خبردار کیے دیتا ہوں۔" اکرام نے کہا۔

انہوں نے سر ہلا دیے۔ اکرام نے محمد حسین آزاد کا نمبر ملایا اور

بولا:

'' ہم اس وقت خطرے میں ہیں ... اندر بھی اور باہر بھی خطرے کا سامنا ہوسکتا ہے ... لہٰذا پوری طرح چوکس رہو ... کھلی جگہ پر نہ کھڑے ہو ... کہیں نہ کہیں پوزیشن لے لو ... کیونکہ آنے والوں نے اگر اندھا دھند فائرنگ کر دی تو تم تو گئے کام سے ۔''

'' ارے باپ رے ۔'' محمد حسین آزاد گھبرا گیا ۔

موبائل بند کرکے اکرام ان کی طرف مڑا...اس وقت تک محمود الماری کھول چکا تھا... اس میں واقعی ایک عدد پیکٹ موجود تھا ... پیکٹ کو ابھی تک کھولا نہیں گیا تھا ... وہ اسی طرح پیک تھا... جس طرح پروفیسر ولاسکی نے کیا تھا...یہ دیکھ کر انہوں نے اطمینان کا سانس لیا اور پیکٹ کو اپنے پاس محفوظ کر لیا:

'' اب کیا پروگرام ہے ... مسٹر سارو کا کا انتظار کریں یا پروفیسر صاحب کا رخ کریں ۔'' اکرام بولا ۔

'' آپ اور آپ کے ماتحت یہیں ٹھہریں ... اگر وہ ہاتھ لگ جائے تو کیا بُرا ہے ... میرا مطلب ہے ... مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے ... اور ہم یہ پیکٹ لے کر پروفیسر صاحب کے پاس چلے جاتے ہیں ۔''

'' یہ زیادہ بہتر تجویز ہے ... تم لوگ جاؤ ۔''

عین اس وقت باہر چند فائر ہوئے ... اور پھر انہوں نے محمد حسین آزاد کی گرج دار آواز سنی :

'' خبردار ...یہ بچ کر نہ جانے پائیں ۔''

'' لیجیے ! وہ آگیا ۔'' فاروق کے منہ سے نکلا ۔

'' تم تینوں خود کو کہیں چھپا لو ... نہ جانے کیا صورتحال پیش آجائے اور پیکٹ تمہارے پاس ہے ۔'' اکرام نے جلدی جلدی کہا ۔

'' ٹھیک ہے ... آپ فکر نہ کریں ۔''

اسی وقت باہر تابڑ توڑ فائرنگ شروع ہوگئی :

'' لگتا ہے ... خطرہ بڑا ہے ۔'' اکرام نے پریشان ہو کر کہا ...پھر باہر کی طرف بھاگا ۔

'' احتیاط سے انکل ۔''

'' تم اپنا خیال کرو ... پیکٹ کی حفاظت زیادہ ضروری ہے ... کیونکہ اتنے بڑے پیمانے پر کارروائی کسی معمولی چیز کے لیے نہیں ہوسکتی ۔''

'' آپ ہماری فکر نہ کریں انکل ۔''

'' خیر... ویسے بہتر یہ ہے کہ تم انسپکٹر صاحب کو فون کر دو...''

'' جب ہم چلے تھے ، وہ گھر میں نہیں تھے... دفتر میں بھی نہیں

تھے... پھر بھی میں موبائل پر ان سے بات کرتا ہوں۔''

یہ کہہ کر اس نے اپنے والد کے نمبر ملائے... سلسلہ فوراً ہی مل گیا اور ان کی آواز سنائی دی:

''ہاں محمود! کیا بات ہے۔''

''حالات اور واقعات عجیب وغریب ہیں، آپ کہاں ہیں۔''

''میں کافی فاصلے پر ہوں... فوری طور پر تو اس جگہ پہنچ نہیں سکتا جہاں تم مجھے بلانا چاہتے ہو، وقت ہو تو حالات بتا دو... مشورہ تو دے ہی دوں گا۔''

''آپ فائرنگ کی آواز سن رہے ہوں گے۔''

''اسی لیے میں نے کہا ہے نا کہ وقت ہو تو بتا دو۔''

''میں مختصر بتاتا ہوں۔''

پھر اس نے حالات سنا دیے... اس پر انسپکٹر جمشید نے کہا:

''سب سے ضروری وہ پیکٹ ہے... تم یہاں ہرگز نہ ٹھہرو... کسی طرف سے نکل جاؤ اور پروفیسر صاحب تک پہنچ جاؤ... میں بھی ان کی طرف روانہ ہو رہا ہوں... امید ہے چالیس پینتالیس منٹ میں پہنچ جاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے۔''

فون بند کرکے اس نے دیکھا کہ سب انسپکٹر اکرام وہاں نہیں تھا اور وہاں بس وہ تینوں تھے اور ان کے سامنے راؤ لیاقت کھڑا تھا، اس کا رنگ زرد پڑ چکا تھا:

''اب اس کا کیا کریں۔''

''نیند کی ایک خوراک دے دیتے ہیں... انکل بعد میں خود ہی نبٹتے رہیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔''

''نیند کی خوراک... کیا مطلب؟'' وہ چونکا۔

''نیند کی خوراک مطلب ہوتا ہے، نیند کی خوراک۔'' محمود نے کہا اور پھر کوئی چیز تیر کی طرح راؤ لیاقت کی طرف گئی... وہ ٹھیک اس کے سر پر لگی... اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی اور وہ گرتا چلا گیا:

''یہ خوراک اس سلوک کے بدلے میں ہے... جو تم نے ہمارے انکل اکرام سے کیا تھا... خدا حافظ۔''

پھر وہ کوٹھی کے پچھلے حصے سے باہر نکل آئے... اس طرف کوئی نہیں تھا... شاید ساروکا کو کوٹھی کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں۔ انہیں پیدل ہی چلنا پڑا... کیونکہ گاڑی تو کوٹھی کے سامنے کی طرف موجود تھی... اور وہ جگہ میدان کارزار بنی ہوئی تھی... اس لیے پیدل چلے بغیر

چارہ نہیں تھا... وہ چلتے رہے ... آخر انہیں شہر کے مخالف سمت سے ایک کار آتی نظر آئی... تینوں نے ہاتھ اٹھا دیے کہ شاید کار والا انہیں لفٹ دے دے اور واقعی وہ شریف آدمی ثابت ہوا... اس نے کار ان کے قریب روک لی:

"ہماری کار یہاں ایک جگہ پھنس گئی ہے ... اگر آپ لفٹ دے دیں تو مہربانی ہوگی۔"

"بیٹھیے۔" اس نے با اخلاق لہجے میں کہا۔

تینوں نے اس پر ایک نظر ڈالی اور پھر کار میں بیٹھ گئے... پھر جونہی ایک ٹیکسی نظر آئی... انہوں نے اسے رکنے کا اشارہ کر دیا... کار والے کا شکریہ ادا کر کے ٹیکسی میں بیٹھ گئے...

راستے میں انہوں نے پھر اپنے والد سے رابطہ کیا اور انہیں صورت حال بتائی۔ انہوں نے اس پر اطمینان ظاہر ہے کیا اور بولے:

"میں بھی پہنچ رہا ہوں... فکر نہ کرو۔"

آدھ گھنٹے بعد وہ پروفیسر داؤد کے سامنے بیٹھے پیکٹ کی کہانی سنا رہے تھے... ان کے خاموش ہونے پر وہ بولے:

"حالات پراسرار ہیں... لہٰذا ہم جمشید کا انتظار کریں گے۔"

"پہلے آپ اس پیکٹ کو چیک کر لیں ... کہیں اس میں کوئی

خطرناک چیز نہ ہو۔"

"ٹھیک ہے۔"

"اور ہم انکل اکرام اور ان کے ساتھیوں کی خیریت معلوم کر لیں۔"

پروفیسر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ ادھر محمود نے سب انسپکٹر اکرام کے نمبر ملائے... سلسلہ فوراً ہی مل گیا:

"ہاں محمود! سناؤ... کیا رہا۔"

"الحمدللہ! ہم پیکٹ سمیت خیریت سے تجربہ گاہ پہنچ گئے... ابا جان بھی چند منٹ تک پہنچ جائیں گے ان شاء اللہ! آپ سنائیں... ادھر کیا رہا۔"

"حملہ آور بھاگ نکلے... شاید وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم مقابلے کے لیے تیار ہوں گے۔"

"اور راؤ لیاقت۔"

"اسے ہم حوالات میں بند کر چکے ہیں... لیکن لگتا ہے ... وہ ان لوگوں کے لئے چھوٹے موٹے کام کرنے والا آدمی ہے ... کیونکہ انہوں نے اس کی پروا تک نہیں کی ... اسے چھوڑ کر بھاگ گئے اور اس کا مطلب ہے... شاید اس سے اہم معلومات حاصل نہیں ہو سکیں گی۔"

"ہوں خیر... ملاقات تو اس سے کریں گے۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔"

محمود فون بند کرکے پروفیسر داؤد صاحب کی طرف مڑا تو وہ بولے:

"اس میں کوئی خطرناک مادہ نہیں ہے ... لیکن ہم اسے جمشید کے آنے پر کھولیں گے۔"

عین اسی لمحے انہوں نے بھاری قدموں کی آواز سنی:

☆☆☆☆☆

پراسرار ملاقاتی

"یہ کیا...یہ تو صرف ایک ٹارچ ہے۔" آفتاب کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"صرف ایک ٹارچ کے لیے اس قدر ہنگامہ ... بات سمجھ میں نہیں۔" فرحت بڑ بڑائی۔

"پروفیسر انکل! آپ اپنے آلات سے اس ٹارچ کو چیک کریں... کیا خبر یہ کوئی خاص ٹارچ ہو۔" آصف نے جلدی سے کہا۔

"ہوں ... ٹھیک ہے۔"

انہوں نے آلات کے ذریعے ٹارچ کو چیک کیا ... لیکن وہ ایک عام ٹارچ ثابت ہوئی۔ انہوں نے اس کا بٹن دبایا تو وہ روشن ہو گئی... اس کی روشنی نیلے رنگ کی تھی ... اس میں بھی کوئی عجیب بات نہیں تھی:

"شاید یہ کسی کا مذاق تھا۔" فرحت بڑ بڑائی۔

"لگتا تو نہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا سوچ میں گم انداز میں

بولے۔

"پھر... اب کیا کیا جائے۔"

"فی الحال اس ٹارچ کو آپ کسی محفوظ جگہ پر رکھ دیں... ہوسکتا ہو، یہ کوئی ایجاد ہو اور ظاہر میں یہ ایک ٹارچ ہو۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔"

انہوں نے کہا اور ٹارچ کو اپنی ایک خاص سیف میں رکھ دیا:

"اس کا مطلب ہے ... اب ہم فارغ ہیں... یہ کیس شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہوگیا ..." آفتاب نے خوشی سے بھر پور لہجے میں کہا۔

"لگتا تو یہی ہے ... چلو ہم چلتے ہیں... کوئی بات اس سلسلے میں سامنے آئی تو پھر یہاں آجائیں گے ... کیوں پروفیسر صاحب۔"

"بالکل ٹھیک ... اس میں الجھن کی بات ہے تو صرف ایک .. اور وہ یہ کہ فون کرنے والے شخص کی آواز مجھے جانی پہچانی محسوس ہوئی تھی..."

"لیکن انکل! اس بات کو لے کر ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔" آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

عین اس وقت انٹر کام کی گھنٹی بجی ... پروفیسر غوری نے چونک کر اس طرف دیکھا، پھر ریسیور اٹھا کر بولے:

"ہاں! کیا بات ہے۔"

"ایک صاحب اپنا نام ڈاکٹر یارڈلے بتاتے ہیں... آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں... ان کا کہنا ہے ...وہ اپنے ملک سے آپ کے لیے ایک پیغام لائے ہیں۔"

"ڈاکٹر یارڈلے۔" پروفیسر غوری نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں جناب!"

"ایک منٹ ٹھہرو... ابھی بتاتا ہوں... کیا کرنا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ ان کی طرف مڑے:

"کوئی صاحب ملاقات کے لیے آئے ہیں، نام ہے ڈاکٹر یارڈلے، کیا خیال ہے ... ملاقات کی جائے یا نہیں۔"

"ضرور کریں... گھبرانے کی ضرورت نہیں... اللہ کی مہربانی سے ہم یہاں موجود ہیں، دیکھ لیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔" انہوں نے کہا، پھر ریسیور میں بولے۔

"انہیں اندر لے آؤ..."

"جی اچھا۔"

پھر ان کا سیکورٹی گارڈ ڈاکٹر یارڈلے کو لیے اندر آ گیا... انہوں نے ایک نظر اس پر ڈالی ... شکل صورت سے وہ بہت شریف انسان نظر آ رہا تھا... چنانچہ انہوں نے کہا:

"آئیے ... جناب ... تشریف رکھیے۔"

ڈاکٹر یارڈلے نے ان سب کو غور سے دیکھا پھر بیٹھتے ہوئے بولا:

"شکریہ! یہاں تو کافی لوگ موجود ہیں جب کہ میں پروفیسر صاحب سے تنہائی میں ملاقات کا خواہش مند ہوں... میرے ملک کی طرف سے ہدایات یہی ہیں۔"

"آپ کا تعلق کس ملک سے ہے؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"آپ کون ہیں... میرے خیال میں تو پروفیسر غوری صاحب آپ ہیں۔" اس نے پروفیسر صاحب کی طرف اشارہ کیا۔

"جی ہاں! یہی ہیں... میں ان کا دوست انسپکٹر کامران مرزا ہوں اور یہ میرے بچے ہیں... آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"میرا تعلق برٹائن سے ہے۔"

"ہوں... آپ کو جو کچھ کہنا ہے، ہماری موجودگی میں کہہ لیں، ہم اور یہ دو نہیں ... ایک ہیں... یہ ہم سے اور ہم ان سے کوئی بات

نہیں چھپاتے۔"

"لیکن یہ ذاتی نہیں سرکاری بات ہے اور میں تنہائی میں ہی بات کرنا پسند کروں گا؟" ڈاکٹر یارڈلے نے منہ بنایا۔

"جب کہ میں ان کی موجودگی میں بات کرنا پسند کروں گا۔" پروفیسر جلدی سے بولے۔

"خیر... پھر تو مجبوری ہے... ہمارے ملک کے ایک سائنس دان چند برسوں سے برٹائن سے غائب ہیں... تحقیق سے ہمیں پتا چلا ہے کہ وہ اس ملک میں آئے ہیں... اور انہیں آپ سے اپنی کسی ایجاد کے سلسلے میں ملاقات کرنا تھی... لیکن وہ اپنے ملک واپس نہیں پہنچے... ہمارے ملک کی پولیس کی تفتیش آپ تک پہنچ کر رک جاتی ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"مطلب یہ کہ ہم نے جو معلومات جمع کی ہیں، ان کی رو سے وہ ہمارے ملک سے سیدھے آپ کے پاس آئے تھے... لیکن پھر انہیں کسی نے نہیں دیکھا... لہٰذا ہم ان کے بارے میں آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں... اگر آپ نے تسلی بخش جواب نہ دیا تو ہم آپ کے ملک کی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔"

"کیا کہا..." پروفیسر غوری تیز آواز میں بولے۔

"جی ہاں! انہوں نے آپ سے ملاقات کی تھی... ہمارے پاس اس بات کے ثبوت موجود ہیں... اور وہ ثبوت ہم عدالت میں پیش کر سکتے ہیں، لیکن ہم چاہتے ہیں ، اپنا معاملہ یہیں طے کر لیں... آپ ہمیں بتا دیں ... پروفیسر ولاسکی ... کہاں ہیں اور کس حال میں ہے۔"

"یہ سراسر الزام ہے۔"

"آپ ذرا سوچ سمجھ کر بات کریں... میں ہوا میں تیر نہیں چلا رہا... میرے پاس ثبوت موجود ہیں... میں کہہ چکا ہوں۔"

"ایک منٹ!" انسپکٹر کامران مرزا نے ہاتھ اٹھا کر کہا ... پھر بولے:

"دیکھیے... اگر پروفیسر ولاسکی ... یہاں آئے تھے اور انہوں نے پروفیسر غوری صاحب سے ملاقات کی تھی... تب بھی اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں غائب کرنے میں ان کا ہاتھ ہے۔"

"یہی بات ہے... انہی کا ہاتھ ہے۔" ڈاکٹر یارڈلے نے فوراً کہا۔

"آپ یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ میرے پاس ثبوت موجود ہیں۔"

"اچھی بات ہے ... آپ پہلے ثبوت پیش کریں... پھر ہم آگے

بات کریں گے۔"

"اس سے پہلے کہ میں کوئی ثبوت پیش کروں... میں پروفیسر صاحب کو ایک آواز سناتا ہوں ... آپ اس آواز کو غور سے سنیں اور بتائیں کہ اس آواز والے شخص نے آپ سے ملاقات کی تھی یا نہیں۔"

ڈاکٹر یارڈلے عجیب سے انداز میں بولے۔

"ٹھیک ہے ... آپ سنائیں آواز۔" پروفیسر غوری نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

اس نے اپنی جیب سے موبائل نکالا اور اسے آن کیا... جلد ہی اس سے ایک آواز ابھری... کوئی کہہ رہا تھا:

"یہ کس قدر خوشی کی بات ہے کہ آج میں پروفیسر غوری صاحب سے ملاقات کر رہا ہوں..."

"پہلے یہ بتائیں ... آپ کون ہیں۔" پروفیسر غوری کی آواز ابھری۔

"میں آپ کا دوست ہوں... اپنے ملک سے آیا ہوں... اور آپ سے آپ کی ایجاد کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن میں اپنی کسی ایجاد کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا، میں اپنے ملک کے لیے کام کرتا ہوں... اور کسی ملک کے لیے کام نہیں

کرتا۔'' پروفیسر غوری نے جواب دیا۔

'' اچھا تو پھر میری ایک ایجاد کے بارے میں میری بات سن لیں۔''

'' ضرور... کیوں نہیں۔'' پروفیسر غوری بولے۔

عین اس لمحے بھاری قدموں کی آواز سنائی دی ... پھر پروفیسر کی آواز ابھری:

'' وہ ... وہ یہاں بھی آ گیا ... مجھے جلدی سے کہیں چھپا دیں... ورنہ وہ میری ایجاد لے اڑے گا۔''

'' آپ اس طرف چلے جائیں ... یہ راستہ تجربہ گاہ کے پچھلی طرف لے جائے گا ... اگر آپ خطرہ محسوس کریں تو یہاں سے نکل کر کہیں اور چلے جائیں... خطرہ ٹلنے پر ہم پھر ملاقات کر سکیں گے۔''

'' اچھی بات ہے۔''

اور پھر خاموشی چھا گئی... ادھر دروازے پر زور دار دستک ہوئی... اور کسی نے گرج دار آواز میں کہا:

'' پروفیسر غوری صاحب... آپ نے اگر پروفیسر کو کہیں چھپانے کی کوشش کی تو ...''

'' وہ پچھلے دروازے سے نکل رہے ہیں ... جلدی کریں۔''

پروفیسر غوری کی آواز ابھری۔

پھر دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی ... ادھر پروفیسر غوری کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا ... موبائل بند ہوتے ہی وہ بولے:

'' ہاں! مجھے یاد آ گیا ... اس آواز والے شخص نے مجھ سے ملاقات کی تھی... لیکن بس... اتنی بات درست ہے ... اس کے بعد ان کی موجودگی میں یہاں کوئی نہیں آیا تھا...نہ وہ پچھلے دروازے سے فرار ہوئے تھے... بلکہ جس راستے سے آئے تھے، اسی راستے سے چلے گئے تھے۔ انہوں نے اشارۃً اپنی ایک ایجاد کا ذکر کیا تھا ... اور کہا تھا ... ابھی میں اپنا کام مکمل کر لوں... پھر اس سلسلے میں آپ سے ملاقات کروں گا ... اور بس اس سے زیادہ اس دن کچھ نہیں ہوا تھا ...اس موبائل میں فرضی باتیں بھری گئی ہیں ... اور میرے دوست انسپکٹر کامران مرزا عدالت میں ان باتوں کو بالکل غلط ثابت کر دیں گے ... کیوں کامران مرزا؟'' وہ مسکرائے۔

'' بالکل! آپ فکر نہ کریں ... اس گفتگو میں بہت کچا پن ہے ... صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ فرضی باتیں ہیں... آواز ضرور پروفیسر ولاسکی کی ہو سکتی ہے... لیکن آواز کی نقل کرنا کیا مشکل ہے ... آپ کہیں تو میں

ابھی اپنے حلق سے یہ آواز نکال کر سنا سکتا ہوں ... یہ لیجیے... اب میں اس سنی ہوئی آواز سے بات کرتا ہوں ...''

یہ کہہ کر وہ ذرا دیر کے لیے رکے ، پھر بولے :

'' کیا حال ہے پروفیسر صاحب اور ڈاکٹر یارڈلے صاحب۔''

ڈاکٹر یارڈلے زور سے اچھلا ... کیونکہ ان کے حلق سے سو فیصد پروفیسر ولاسکی کی آواز نکلی تھی ۔

اس کے ساتھ ہی انسپکٹر کامران مرزا کے ہاتھ میں پستول نظر آیا...ان کی سرد آواز کمرے میں گونج اٹھی :

'' ڈاکٹر یارڈلے ... ہاتھ اوپر اٹھا دو۔''

دوسرا لمحہ ان کے لیے حیران کن تھا:

☆☆☆☆☆

نہیں شوکی

پروفیسر ولاسکی نے گھبرا کر ان کی طرف دیکھا... شوکی نے فوراً کرنل فارانی سے دبی آواز میں کہا :

'' آپ انہیں لے جائیں ... محفوظ جگہ پہنچا کر آپ واپس ہمارے پاس آجایئے گا۔''

'' اچھی بات ہے ... ویسے اگر باہر دشمن آیا ہو تو ہمیں دروازہ کھولنے کی کیا ضرورت ہے... انسپکٹر کاشان کو فون کر دیتے ہیں... بلاوجہ خطرہ کیوں مول لیا جائے۔''

'' ٹھیک ہے ... میں انکل کاشان کو فون کرتا ہوں... باہر دشمن موجود نہ ہو تب بھی ان کی یہاں ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔''

'' بالکل ٹھیک ہے۔'' کرنل فارانی نے کہا اور پروفیسر ولاسکی کو لے کر چلے گئے ۔

'' آفتاب تم دروازہ سنبھالو۔''

'' اتنا بڑا دروازہ کیسے سنبھالوں۔'' وہ گھبرا کر بولا ۔

”جاؤ بھائی... یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔“ شوکی نے بڑا سا منہ بنایا۔

”اچھی بات ہے ... جب مذاق کا وقت ہو جائے تو بتا دیجیے گا۔“

آفتاب بولا اور دروازے کی طرف لپکا۔

شوکی انسپکٹر کاشان کو فون کرنے لگا ... ادھر آفتاب نے دروازے پر پہنچ کر بلند آواز میں کہا:

”کون صاحب؟“

”آصف کریم ... کرنل صاحب کا دوست۔“

”آصف کریم... ایک منٹ جناب! میں ابھی انہیں بتاتا ہوں۔“

”بتائیں بعد میں... پہلے دروازہ کھولیں... کیا میں اتنی دیر تک باہر کھڑا رہوں گا... میں نے بتایا تو ہے ... میں ان کا دوست ہوں۔“

”دراصل جناب اس وقت وہ بہت خطرے میں ہیں ...لہٰذا ان سے پوچھے بغیر دروازہ نہیں کھولا جا سکتا۔“

”اچھی بات ہے ... پوچھ لیں پھر ... میں دروازے پر موجود ہوں اور یہ بھی سن لیں کہ آپ کو ڈانٹ پڑواؤں گا۔“

”وہ مجھے نہیں ڈانٹیں گے، اس لیے کہ میں ان کی ہدایات پر عمل کر رہا ہوں۔“

”اچھا بابا جاؤ ... انہیں بتاؤ۔“ باہر سے جھنجھلا کر کہا گیا۔

آفتاب مسکرا دیا اور ان تینوں کے پاس آ کھڑا ہوا...شوکی انسپکٹر کاشان سے دبی آواز میں کہہ رہا تھا:

”انکل! ہم اس وقت کرنل فارانی کے گھر میں ہیں ... ہمارے ساتھ ایک غیر ملکی سائنس دان پروفیسر ولاسکی بھی ہیں... کچھ لوگ انہیں ہلاک یا اغوا کرنا چاہتے ہیں ...اس لیے حفاظت کی خاطر انہیں یہاں لے آئے ہیں... لیکن اب یہاں بھی خطرہ سر آ پہنچا ہے ...اس لیے آپ کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔“

”فکر نہ کرو شوکی ... میں اپنے ماتحتوں کے ساتھ روانہ ہو رہا ہوں۔“

”آپ بہت اچھے ہیں انکل۔“

”بس بس... چاپلوسی نہیں۔“ انسپکٹر کاشان ہنس دیے۔

شوکی نے موبائل بند کر کے آفتاب کی طرف دیکھا:

”باہر کوئی آصف کریم صاحب ہیں... ان کا کہنا ہے کہ وہ کرنل صاحب کے دوست ہیں... میں نے کہہ دیا کہ کرنل صاحب سے پوچھ کر دروازہ کھولتا ہوں...اس پر وہ لگے غرانے۔“

”کوئی بات نہیں۔ تم معافی مانگ لینا۔“ شوکی مسکرایا۔

”تو میری جگہ اگر آپ معافی مانگ لیں گے تو کیا حرج ہے۔“

آفتاب جل گیا۔

”خیر خیر ... میں مانگ لوں گا۔“

اسی وقت کرنل فارانی وہاں آگئے... انہوں نے سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا:

”باہر موجود شخص اپنا نام آصف کریم بتا رہا ہے ... لیکن یہ دھوکا بھی ہوسکتا ہے... ہوسکتا ہے ... اس نے کسی طرح آپ کے دوست کا نام معلوم کرلیا ہو ... ویسے کیا اس نام کا آپ کا کوئی دوست ہے۔“

”ہاں! دوست تو ہے ... میں بات کرتا ہوں... آواز سے پتا چل جائے گا ... کہ وہ آصف کریم ہی ہے یا کوئی۔“

”یہ ٹھیک رہے گا۔“

اب کرنل فارانی دروازے پر آئے اور بولے:

”آصف صاحب! یہ آپ ہی ہیں۔“

”حد ہوگئی ... بندۂ خدا! آخر آج یہ ہو کیا رہا ہے۔“

”سس... سوری...“ یہ کہہ کر انہوں نے دروازہ کھول دیا۔

”آیئے آیئے آصف کریم صاحب... معاف کیجیے گا ... گگ... گگ ...“ کرنل فارانی لگے ہکلانے ... کیونکہ انہیں آصف کریم کے

پیچھے چار عدد خوفناک قسم کے آدمی نظر آئے تھے... پھر آصف کریم کو ایک زور دار دھکا دیا گیا اور بڑی طرح آگے کی طرف گرا۔ اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی ... ادھر ساتھ ہی دروازہ بند کیا جا چکا تھا... انہوں نے دیکھا ... ان چاروں کے ہاتھوں میں پستول تھے... چہروں پر خوفناک مسکراہٹیں تھیں:

”کک... کیا ہوا میرے دوست... ان لوگوں کیسے پتا چل گیا کہ تم میرے دوست ہو۔“

”مم... مجھے نہیں معلوم ... فارانی صاحب... میں تو آپ سے ملنے کے لیے آیا تھا ... جونہی آپ نے دروازہ کھولا ... یہ لوگ بھی اندر آگئے... ورنہ دروازہ کھلنے سے پہلے تو میں نے انہیں دیکھا ہی نہیں تھا۔“

”اوہ اچھا! ان کے لیے یہ اتفاق سے آسانی پیدا ہوگئی اور انہوں نے موقعے سے فائدہ اٹھا لیا ... چلو خیر کوئی بات نہیں۔“

”کوئی بات کیوں نہیں... جلدی بتاؤ... پروفیسر ولاسکی کو کہاں چھپا یا ہے۔“

”آپ سے یہ کس نے کہہ دیا۔“ آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

”ادھر ادھر کی باتیں نہیں چلیں گی ... ہم جانتے ہیں... تم انسپکٹر

کاشان کو فون کر چکے ہو اور وہ کوئی دم سے پہنچنے والے ہیں... لیکن ہم اس سے پہلے پروفیسر ولاسکی کو یہاں سے لے جائیں گے ... چلو بتاؤ... ورنہ ہم تم پانچوں کو ابھی ختم کر دیں گے... اس کے بعد تو ہم انہیں لے ہی جائیں گے... تو کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ اپنی جانیں بچا لو... اور انہیں ہمارے حوالے کر دو۔"

"واقعی ... یہی مناسب رہے گا ... انکل ... پروفیسر صاحب کو لے آئیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو شوکی ...دماغ تو نہیں چل گیا۔" کرنل فارانی جھلا اٹھے۔

"نہیں انکل ... آپ دیکھ رہے ہیں... ہم پر چار چار پستول تنے ہوئے ہیں... ہم بھلا کیا کرسکیں گے۔"

"لیکن ہم نے جسے پناہ دی ہے، اسے دشمنوں کے حوالے نہیں کیا جا سکتا... یہ گولی چلاتے ہیں تو چلائیں۔"

"کک... کیا کہہ رہے ہیں انکل۔" اشفاق کانپ گیا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں... میں ایک ریٹائرڈ فوجی ہوں... کوئی عام آدمی نہیں ہوں۔" وہ پرسکون آواز میں بولے۔

"لل... لیکن انکل۔" شوکی ہکلایا۔

"لیکن انکل کیا۔"

"ہم تو ریٹائرڈ فوجی نہیں ہیں... عام سے لوگ ہیں... آپ یہ بھی تو سوچیں۔"

"نہیں شوکی۔" انہوں نے سر کو زور دار جھٹکا مارا۔

"نہیں شوکی کیا انکل؟"

"تم بھی عام آدمی نہیں ہو... تم پرائیویٹ سراغرساں ہو... پرائیویٹ ہو تو کیا ہوا... ہو تو اسی وطن کے رہنے والے ... اور کیا یہ معاملہ ہمارے وطن سے متعلق نہیں ہے۔"

"لل... لگتا تو ہے انکل۔"

"بس تو پھر وطن پر قربان ہو جاؤ۔"

"جج... جی اچھا... چلو بھئی... وطن پر قق... قق ... قق ..." شوکی لگا ہکلانے۔

"قق قق کیا؟" کرنل فارانی نے منہ بنایا۔

"وہ ...وہ دیکھیے دروازے کی طرف۔" شوکی نے مارے خوف کے کہا۔

کرنل فارانی سے پہلے ان چاروں نے پلٹ کر دیکھ لیا... لیکن پیچھے تو صرف دروازہ تھا اور انہوں نے خود ہی اندر سے بند کیا تھا ...

لیکن ان سے اس وقت اس کے باوجود پیچھے مڑ کر دیکھنے کی غلطی ہوگئی... اب جو وہ جھلا کر مڑے تو وہ چاروں غائب تھے:

" ارے! یہ... یہ کہاں گئے۔"

" ابھی تلاش کر کے لاتا ہوں انہیں۔" کرنل فارانی نے کہا اور لگے مڑنے۔ ایسے میں ان میں سے ایک چلایا۔

" اے... خبردار ... تم یہیں ٹھہرو ... انہیں ہم خود ہی دیکھ لیں گے۔"

" دوربین سے دیکھنا... ایسے نظر نہیں آئیں گے۔" کرنل ہنسے۔

" لو پھر ... تم تو جاؤ کام سے۔"

" کک... کون سے کام سے جاؤں۔" انہوں نے کہا اور لوٹ کھا گئے ... ادھر ان میں سے ایک نے فائر کیا... وہ اس فائر سے بال بال بچے... لوٹ ضرور کھا گئے تھے... لیکن فائر ہونے سے پہلے، اس طرح فائر کرنے والا پھر بھی نشانہ لینے میں کامیاب رہا تھا... اب یہ اور بات ہے کہ اس کا نشانہ پختہ نہیں تھا ... ورنہ کرنل فارانی تو واقعی کام سے گئے تھے۔

عین اس وقت ان چاروں کے ہاتھوں پر کچھ وزنی چیزیں زور دار انداز میں لگیں ... پستول ان کے ہاتھوں میں سے نکل گئے... ایک

پستول تو بالکل کرنل فارانی کے پاس آ کر گرا... انہوں نے پھرتی دکھائی اور پستول اٹھاتے ہی ان کی طرف تان دیا:

" خبردار... ہاتھ اوپر اٹھا دو... اور یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ مجھے پستول چلانا نہیں آتا ہوگا ... بھئی اتفاق سے میں کرنل ہوں... ریٹائرڈ کرنل..."

" اتفاق سے نہیں انکل ... آپ واقعی کرنل رہ چکے ہیں۔"

" اوہ ہاں ... واقعی... ارے ہاں ... شوکی ... تم چاروں بہت شاندار رہے۔"

" شش شکریہ انکل۔" چاروں ایک ساتھ بولے۔

اب ان چاروں کے ہاتھ اوپر اٹھ چکے تھے... چہروں پر خوف کے آثار نمودار ہو چکے تھے ... ایسے میں دروازے کی گھنٹی بجی۔ انداز انسپکٹر کاشان کا تھا:

" اللہ کا شکر ہے ... انکل کاشان بھی آ گئے۔" آفتاب نے خوش ہو کر کہا اور جلدی سے جا کر دروازہ کھول دیا۔

" السلام علیکم ... ہائیں... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں ... لگتا ہے... آپ لوگ پہلے ہی میدان مار چکے ہیں۔"

" جی بس! کیا بتائیں... ہم بہت شرمندہ ہیں۔" شوکی نے گھبرا کر

کہا۔

" کیوں کیوں بھئی... اس میں شرمانے کی بات کہاں سے نکل آئی۔"

" جی ... یہ تو پتا نہیں کہ کہاں سے نکل آئی... بس نکل آئی ... "

آفتاب نے جلدی سے کہا ۔

" گرفتار کر لو انہیں ... پھر اطمینان سے پوچھیں گے ... معاملہ کیا ہے۔"

اور پھر انہیں ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں اب شوکی نے انہیں ساری کہانی سنا دی ... وہ چونک چونک گئے... آخر کانپتی آواز میں بولے:

" آپ... آپ لوگ نہیں جانتے۔"

یہ الفاظ انسپکٹر کاشان نے بہت زیادہ پرجوش انداز میں کہے تھے۔

وہ حیرت زدہ رہ گئے ... وہ ایک ساتھ بول اٹھے :

" اور ہم کیا نہیں جانتے انکل۔"

" پہلے پروفیسر کو باہر لے آئیں۔"

" کک... کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم ان کے پاس چلیں... انہیں یہاں نہ لائیں ، کہیں کچھ اور حملہ آور باہر نہ موجود ہوں۔"

" اوہ ہاں ! یہ بات بھی ٹھیک ہے ۔"

اب کرنل فارانی انہیں وہاں سے لے گئے... جہاں پروفیسر کو چھپایا تھا... جونہی انسپکٹر کاشان کی نظران پر پڑی ... وہ بری طرح اچھلے ۔ انہیں اس طرح اچھلتے دیکھ کر شوکی برادرز اور کرنل فارانی دھک سے رہ گئے :

☆☆☆☆☆

نوٹ بک

دستک کا انداز انسپکٹر جمشید ہی کا تھا ، ان کے چہروں پر اطمینان پھیل گیا ۔ جلد ہی وہ ان کے سامنے بیٹھے پیکٹ کی کہانی سن رہے تھے ۔ آخر انہوں نے کہا :

" تو آپ کے خیال میں اس پیکٹ میں کوئی خطرناک مادہ نہیں ہے۔"

" ہاں! یہی بات ہے ..." پروفیسر صاحب فوراً بولے۔

" بس تو پھر کھول ڈالیں ۔"

انہوں نے پیکٹ کھول ڈالا ، اس میں ایک ڈائری تھی۔ اب تو سبھی ڈائری پر جھک گئے ۔ انسپکٹر جمشید نے اسے کھولا اور پہلا ورق الٹا... کچھ لکھا نظر نہ آیا ...اب انہوں نے دوسرا ورق کھولا ... اب بھی کچھ نظر نہ آیا ... اب تو وہ ورق پر ورق الٹتے چلے گئے ۔ یہاں تک کہ ورق ختم ہو گئے ...اور پوری ڈائری پر کچھ بھی لکھا نظر نہ آیا ...انہوں نے خالی نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا :

" یہ کیا !!!" پروفیسر نے احمقوں کے انداز میں کہا ۔

" خالی ڈائری ۔" فرزانہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی ۔

" خالی ڈائری کے لیے اس قدر ہنگامہ ... بات سمجھ میں نہیں آئی... کسی نے ہمیں بے وقوف تو نہیں بنایا ۔"

" نہیں... ڈائری کا معاملہ سنجیدہ ہے ... تمام واقعات یہی بتا رہے ہیں..."

" ایک بات ذہن میں آتی ہے جمشید ۔"

" اللہ کا شکر ہے ... ان حالات میں ایک بات بھی غنیمت ہے ... یہ بھی ذہن میں نہ آتی تو ہم کیا کر لیتے ۔" فاروق نے جلدی سے کہا ۔

"یار سن تو لو ۔" محمود جھلا اٹھا۔

" سنایئے انکل ۔" فاروق نے گھبرا کر کہا ۔

" ہو سکتا ہے ... اس سائنس دان نے اس ڈائری پر کسی ایسی روشنائی سے لکھا ہو جو کسی خاص عینک سے یا کسی خاص رنگ کے شیشے سے نظر آتی ہو۔"

" اوہ ہاں! ضرور یہی بات ہے ۔" فرزانہ نے پر جوش انداز میں کہا۔

" تب میں دیکھ لیتا ہوں ۔"

اب پروفیسر صاحب نے... مختلف رنگ کے شیشوں اور کئی طرح کی عینکوں کے ذریعے ڈائری کو چیک کیا ... لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین

بات۔اب انہوں نے پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

"یہ تو کچھ بھی نہ ہو۔"

"اب ایک بات اور ذہن میں آتی ہے۔" پروفیسر مسکرائے۔

"چلو اللہ کا شکر ہے کہ ایک اور بات سمجھ میں آتی ہے ... اب جلدی سے بتا دیں، وہ کیا ہے، کیونکہ مارے سسپنس کے میرا بُرا حال ہے۔"

"کچھ پوشیدہ روشنائیاں ایسی ایجاد ہو چکی ہیں... جن سے لکھی گئی تحریر نظر نہیں آتی ... کسی شیشے یا عینک سے نظر نہیں آتی ... لیکن وہ کسی نہ کسی طریقے سے پڑھی جاتی ہیں، سوال یہ ہے کہ وہ طریقہ کیا ہے ... میں نے ایک مرتبہ کسی رسالے میں مضمون پڑھا تھا ... لیکن اب مجھے یاد نہیں آرہا کہ وہ تحریر کس طرح پڑھی جاتی ہے ... لہٰذا اب مجھے اپنی لائبریری میں سے اس رسالے کو تلاش کرنا پڑے گا۔"

"تو پھر تلاش کریں انکل ... ہم بھی آپ کی مدد کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے آؤ... آؤ جمشید ... ارے۔"

جملہ کہنے کے بعد ان کے منہ سے اچانک ارے نکل گیا:

"اب کیا ہوا انکل! آپ ایک عدد ارے بھی لے آئے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"کیا کیا جائے مجبوری ہے۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"خیر چلیے ... بتا دیں ... اب یہ ارے کس خوشی میں کہا ہے۔"

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چپ چپاتے ایک کیس شروع ہوگیا ... ہم اس میں محو ہو گئے ... اور ہمارے ساتھ خان رحمان ہیں نہیں۔"

"اوہ۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"خیر... یہ کون سا مسئلہ ہے ... انہیں بھی بلا لیتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور لگے ان کا نمبر ملانے ... فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی۔

"آہا جمشید ... میں ابھی تمہیں ہی یاد کر رہا تھا۔"

وہ انہیں بتانے لگے کہ کیا معاملہ ہے۔آخر انہوں نے کہا۔

"اچھی بات ہے ... میں آ رہا ہوں۔" یہ سن کر انسپکٹر جمشید نے فون بند کر دیا۔ ادھر پروفیسر داؤد اس رسالے کو تلاش کر رہے تھے ... ان کے ہاتھ بہت تیزی سے چل رہے تھے ... جب کہ باقی لوگ بس انہیں دیکھ رہے تھے ... مارے بے چینی کے ان سب کا بُرا حال تھا۔

آخر ان کے منہ سے نکلا۔

"یہ رہا... مل گیا۔"

وہ ایک کافی موٹا رسالہ تھا...وہ قالین پر ہی آلتی پالتی مار کر بیٹھ

گئے اور لگے اس رسالے کی ورق گردانی کرنے ... پھر ایک صفحے پر ان کے ہاتھ رک گئے ... اب وہ جلدی جلدی اس تحریر کو پڑھ رہے تھے ... پھر انہوں نے سر اٹھایا اور بولے :

'' مار لیا میدان ... نوٹ بک کو آگ سے حرارت پہنچانا ہوگی ۔''

انہوں نے ہیٹر آن کر لیا اور نوٹ بک کو اس کے سامنے رکھ دیا ۔ ساتھ میں وہ اس کے ورق الٹ رہے تھے ... جلد ہی نوٹ بک گرم ہوگئی ... اس کے ورق کافی تپ گئے ، لیکن اس پر کوئی تحریر نظر نہ آسکی ۔ اب تو ایک بار پھر ان کے چہرے لٹک گئے :

'' یہ ... یہ تو کچھ بھی نہ ہوا انکل ۔'' فاروق بڑبڑایا ۔

'' ہاں ! لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ... انشاء اللہ ہم اس تحریر کو پڑھ کر رہیں گے ۔''

اب وہ پھر تجربہ گاہ میں آبیٹھے ... پروفیسر داؤد اپنے آلات اور کیمیکلز کے ذریعے نوٹ بک کو مسلسل چیک کر رہے تھے ۔ ایسے میں قدموں کی آواز ابھری ... انہوں نے سر اٹھائے تو خان رحمان چلے آرہے تھے :

'' یہ تم لوگ کون سی نوٹ بک کی بات کر رہے ہو ... کچھ مجھے بھی تو بتاؤ ۔'' خان رحمان نے الجھن کے عالم میں کہا ۔

انہوں نے نوٹ بک کے بارے میں تفصیل سنا دی ۔ وہ حیرت زدہ رہ گئے :

عین اسی لمحے انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی :

☆☆☆☆☆

یارڈلے

ڈاکٹر یارڈلے نے ہاتھ اوپر نہیں اٹھائے تھے۔ وہ جوں کا توں بیٹھا رہا تھا...اور اسی بات نے انہیں حیران ہونے پر مجبور کیا تھا:

"آپ نے شاید سنا نہیں مسٹر یارڈلے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

"میں بہرہ نہیں ہوں ... لیکن مجھے ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ... مجھے اس سائنس دان کی تلاش ہے ...جو آپ سے ملنے کے لیے آیا تھا ...اور بس... میں اس سے اس کی ایجاد خریدنا چاہتا ہوں ... اب اتنی سی بات پر آپ مجھ پر پستول کیوں تان رہے ہیں... میں نے کیا جرم کیا ہے ... چلیے میں مان لیتا ہوں... اس پروفیسر کو آپ نے کہیں چھپا نہیں رکھا ... آپ اس کا پتا تو بتا سکتے ہیں۔"

"ہمیں نہیں معلوم ... وہ یہاں سے کہاں چلے گئے۔" پروفیسر غوری نے بڑا سا منہ بنایا۔

"لیکن میں نے ان کے بارے میں کافی معلومات حاصل کر لی ہیں...اور بہت جلد ان تک پہنچ جاؤں گا ، ان کے بارے میں تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ انہوں نے آپ کو کوریئر سروس کے ذریعے ایک عدد ٹارچ بھیجی ہے۔"

"کیا !!!" ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا گیا۔

"ہاں! آپ اگر اس بات سے انکار کریں گے تو میں بالکل یقین نہیں کروں گا ۔ اب آپ صرف اتنا کریں کہ وہ ٹارچ میرے حوالے کر دیں اور بس...پھر میرا اور آپ کا کوئی جھگڑا نہیں ... میں اپنی راہ لوں گا... آپ اپنی..." یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔

"لگتا ہے ، پستول آپ کے ہاتھ میں ہے اور ہم سب آپ کے سامنے ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑے ہیں ...اور آپ کی ہدایات پر عمل کرنے پر مجبور ہیں..." انسپکٹر کامران مرزا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں ! یہ بات نہیں ... لیکن بات صرف اتنی سی ہے کہ میں یہاں سے وہ ٹارچ لے جانے کے لیے آیا ہوں اور میں جانتا ہوں ... آپ نے اس ٹارچ کو کہیں چھپا دیا ہے ... لہٰذا آپ بس وہ ٹارچ میرے حوالے کر دیں..."

پروفیسر غوری نے پریشانی کے عالم میں انسپکٹر کامران مرزا کی طرف

دیکھا ... جیسے کہہ رہے ہیں... کامران مرزا ... اب کیا کروں... میری طرف سے آپ ہی اسے جواب دیں :

'' آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا ... پستول اس وقت میرے ہاتھ میں ہے ...اور حکم آپ چلا رہے ہیں...''

'' خیر... پہلے اس کی وضاحت ہو جائے... آپ مجھ پر فائر کریں... جواب مل جائے گا ۔'' اس نے مسکرا کر کہا ۔

'' بہت خوب! یہ لیں پھر ...فائر ۔''

یہ کہتے ہی انہوں نے اس کے کان کی لو کا نشانہ لیا اور فائر کر دیا... گولی ٹھیک کان کی لو پر لگی اور انہیں اس میں سے گزرتی نظر آئی... لیکن ڈاکٹر یارڈلے جوں کا توں بیٹھا نظر آیا ... کان کی لو میں کوئی سوراخ بھی نظر نہ آرہا تھا :

'' یہ ...یہ کیا ۔''

'' شاید کامران مرزا تمہارا نشانہ خطا گیا ۔'' پروفیسر غوری نے بوکھلا کر کہا ۔

'' جی نہیں... نشانہ خطا نہیں گیا ... ابھی بتاتا ہوں ۔'' یہ کہہ کر انہوں نے ڈاکٹر یارڈلے پر ایک نظر ڈالی اور بولے :

'' ایک فائر اور کرنا چاہتا ہوں ۔''

'' چاہے دس کریں ۔'' وہ چہکا ۔

'' نہیں ! اپنی اتنی گولیاں ضائع نہیں کرسکتا ۔''

''ہوں... ٹھیک ہے ۔''

اس مرتبہ انہوں نے اس کے پیٹ کا نشانہ لیا اور فائر کردیا ... انہوں نے گولی کو پیٹ کے پار ہوتے دیکھا ... لیکن وہ جوں کا توں بیٹھا نظر آیا... کوئی سوراخ بھی نظر نہ آیا :

'' اب آپ کو میری بات کا جواب مل گیا ہوگا ۔'' ڈاکٹر یارڈلے طنزیہ انداز میں ہنسا ۔

'' جواب ضرور مل گیا ... ہم آپ سے ہاتھوں اور پیروں سے لڑ سکتے ہیں ۔''

'' آپ لوگ یہ شوق بھی پورا کرلیں ۔''

'' مجبوری ہے ... کرنا پڑے گا ۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے کندھے اچکائے ۔

'' ہوں... ٹھیک ہے ، تم لوگوں کی مرضی... ویسے بہتر تھا کہ لڑے بھڑے بغیر مجھے وہ ٹارچ دے دیتے... اس طرح تم سب محفوظ رہتے اور میں ٹارچ لے کر چلا جاتا ۔''

'' ایسے تو ہم ٹارچ نہیں دے سکتے ... جان کی بازی تو لگا دیں

گے ، ٹارچ نہیں دیں گے ...وہ پہلے زمانے میں لوگ ایسے موقعوں پر کہا کرتے تھے نا... جان جاتی ہے جائے ، پر آن نہ جائے..."

"مجھے تم لوگوں کی جان لینے سے کوئی دلچسپی نہیں ...نہ میں خون بہانا پسند کرتا ہوں ... میں تو خون بہائے بغیر اپنا کام نکالنے کا عادی ہوں... تم لوگ لڑنے مرنے پر تل جاؤ ... میں پھر بھی تم لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا... میری تم سے کوئی دشمنی نہیں ..." یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہوگیا ۔

"لگتا ہے ، اس مرتبہ ایک اچھے اور بھلے مانس دشمن سے واسطہ پڑا ہے... ہم بھی بلاوجہ خون بہانا پسند نہیں کرتے...اب سوال یہ ہے کہ جب دونوں فریق امن پسند ہیں تو ان کے درمیان ٹارچ کا فیصلہ کیسے ہو... ہمارے پاس وہ ٹارچ امانت ہے ... ہم آپ کو نہیں دے سکتے ... اس طرح امانت میں خیانت ہو جائے گی ...دوسری طرف آپ ٹارچ لیے بغیر جانا پسند نہیں کریں گے۔ تو آخر یہ فیصلہ کیسے ہوگا ۔" آفتاب نے جلدی جلدی کہا ۔

"یہ بات ہم ڈاکٹر یار ڈلے سے ہی پوچھ لیتے ہیں ۔"

"ٹھیک ہے ... مجھے یہ بات منظور ہے ۔" ڈاکٹر یارڈلے بھرپور انداز میں مسکرایا ۔

"کون سی بات ؟" فرحت نے حیران ہو کر کہا ۔

"آخر اس کا فیصلہ کیسے ہوگا ۔"

"میں نے خون نہ بہانے کی بات کی ہے ... نہ آپ لوگ خون بہائیں...نہ میں ... اب ہم میں سے جو فریق ٹارچ لے جاسکتا ہے ، لے جائیں ۔"

"ہم کیوں کہیں لے جائیں گے ... وہ تو ہمارے پاس آچکی ہے ۔"

"میرا مطلب ہے ... جو اپنے قبضے میں کرسکتا ہے یا رکھ سکتا ہے ، رکھ لے ۔" ڈاکٹر یار ڈالے نے کہا ۔

"آپ ہمیں اتنا تو بتا دیں ... اس ٹارچ میں ہے کیا ۔"

"پتا نہیں ... یہ باتیں اوپر والوں کی ہیں ... وہی جانیں ۔"

"ہائیں ... کیا مطلب ... گویا آپ اوپر والوں میں سے نہیں ہیں ۔" آفتاب نے بوکھلا کر کہا ۔

"ارے نہیں ... میں کہاں ... میں تو ان کا ایک معمولی سا کارندہ ہوں ۔"

"اچھی بات ہے ... آپ کو اجازت ہے ... آپ ٹارچ لے جاسکتے ہیں تو لے جائیں ۔"

"ہمارے درمیان ایک معاہدہ ہو چکا ... آپ اس کی پاسداری کریں گے۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"آپ کا مطلب ہے ... خون نہ بہانے کا۔" انسپکٹر کامران مرزا جلدی سے بولے۔

"ہاں بالکل۔"

"ٹھیک ہے ... ہم آپ کے جسم کا خون نہیں بہائیں گے۔"

"اور میں بھی ... اب یہ دیکھیے ... میں چلا ٹارچ لے جانے کے لیے۔"

"اس کا مطلب ہے ... آپ کو پتا ہے ... ٹارچ کہاں ہے۔"

"نہیں ... لیکن میں تلاش کرلوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ اندرونی دروازے کی طرف بڑھا ... فوراً ہی انسپکٹر کامران مرزا اس کے راستے میں آگئے:

"میں آپ کو خبردار کرتا ہوں ... آپ مجھے نہ روکیں ... نقصان اٹھائیں گے۔"

"معاہدہ خون نہ بہانے کا ہوا ہے ... ہاتھوں سے نہ روکنے کا نہیں ہوا۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اچھی بات ہے، آپ کی مرضی۔"

اور انہوں نے اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا ... انہوں نے سوچا تھا، وہ اسے کلائی سے پکڑ لیں گے تو وہ اپنی کلائی ان سے چھڑا نہیں سکے گا ... لیکن جونہی انہوں نے اس کی کلائی پر ہاتھ ڈالا انہیں ایک زبردست کرنٹ لگا ... وہ اچھل کر دور جا گرے:

"یہ ... یہ آپ کو کیا ہوا؟" آفتاب چلا اٹھا۔

"اس کے جسم میں کرنٹ ہے ... وہ بھی بہت زبردست۔"

"اوہ ... خیر ... کوئی بات نہیں ..." پروفیسر غوری جلدی سے بولے اور اس کے راستے میں آگئے۔

"آپ ... آپ آگے نہ آئیں۔" انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

"فکر نہ کرو۔" وہ مسکرائے۔

اور پھر انہوں نے ڈاکٹر یارڈلے کے گرد اپنے بازو کس دیے ... انہیں کچھ بھی نہ ہوا:

"ارے! حیرت ہے ... کمال ہے، آپ کو کرنٹ کیوں نہیں لگا۔"

"میں نے ایسا ہی لباس پہن رکھا ہے ... تم لوگ بھی الماری سے ایسے لباس نکال کر پہن لو ... اس طرح ہم کرنٹ سے محفوظ رہیں گے۔"

"لیکن پروفیسر صاحب ... اس وقت تک تو مسٹر یارڈلے اس

لماری تک پہنچ جائیں گے۔"

" ایسی بات نہیں... ڈاکٹر یارڈلے کو ایک سائنسدان کی طاقت کا علم نہیں ... اگر یہ مجھے اپنے سے الگ کر کے اندر کا رخ کر سکتے ہیں تو ایسا کر گزریں۔"

یہ سنتے ہی ڈاکٹر یارڈلے نے انہیں اپنے سے الگ کرنے کے لیے ایک جھٹکا مارا... لیکن پروفیسر غوری بدستور اس سے چپٹے رہے:

" ارے! یہ کیا ... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں ... اس قدر لمبے چوڑے دعوے کرنے والا اس قدر بے بس ..." آفتاب کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

" دیکھ لیں بس۔" پروفیسر مسکرائے۔

اور پھر انہوں نے جلدی جلدی لباس تبدیل کر لیے... پھر ڈاکٹر یارڈلے کو پکڑ لیا ...وہ اب اس طرح چپ تھا ... جیسے سانپ سونگھ گیا ہو: " آخر یہ ہوا کیا؟"

" ڈاکٹر یارڈلے کو اپنے جسم میں دوڑتی بجلی پر بھروسہ تھا جب کہ ہمیں اپنے اللہ پر ...میرے پاس اس لباس کا توڑ تھا...سو میں نے اس کو استعمال کر ڈالا..."

" گویا اس نے صرف اس کرنٹ کی بنیاد پر یہ معاملہ طے کیا تھا۔"

" ہاں! بالکل!"

" بس تو پھر اب ہم ان صاحب کو سب انسپکٹر شاہد کے حوالے کرتے ہیں... اور اس سے پہلے ان سے پوچھتے ہیں ... اس ٹارچ کا راز کیا ہے۔"

" مجھے بالکل معلوم نہیں۔"

" اچھی بات ہے ... ہم خود معلوم کر لیں گے۔"

انسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور سب انسپکٹر شاہد کو فون پر ہدایات دینے لگے ... جلد ہی وہ وہاں پہنچ گیا اور انہوں نے ڈاکٹر یارڈلے کو اس کے حوالے کر دیا ...وہ فوراً اسے وہاں سے لے گیا... اس وقت انسپکٹر کامران مرزا کے موبائل کی گھنٹی بجی... جونہی انہوں نے موبائل کی اسکرین پر نظر ڈالی ... وہ زور سے اچھلے:

☆☆☆☆☆

ہلچل

"آپ کو ہو کیا گیا انکل ... پہلے آپ نے اندر آنے کے بعد یہ الفاظ کہے... آپ لوگ نہیں جانتے اور یہ الفاظ بہت پرجوش انداز میں کہے... پھر آپ نے کہا کہ پروفیسر صاحب کو باہر لانے کے بجائے ان کے پاس اندر چلنا چاہیے ...اب آپ انہیں دیکھ کر اس قدر زور سے اچھلے ہیں کہ ہماری بے قراری آسمان سے باتیں کرنے لگی ہیں ...مہربانی فرما کر جلدازجلد بتا دیں ... بات کیا ہے ۔"

"شوکی ... تم چپ رہو... پہلے مجھے فون کرنے دو... کرنل صاحب آپ اپنے گھر کے تمام دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند کر لیں... ہم زبردست خطرے میں ہیں...یوں سمجھ لیں ،آپ کے گھر کی طرف کئی طوفان یک دم بڑھنے والے ہیں۔"

"ارے باپ رے ۔" کرنل فارانی بوکھلا اٹھے ...پھر انہوں نے دوڑ لگا دی ... ساتھ ہی انہوں نے کہا :

"تم لوگ بھی آؤ ۔"

وہ بھی ان کے پیچھے دوڑ گئے ... ادھر انسپکٹر کاشان جلدی جلدی کسی کو فون کرنے لگا...پروفیسر ولاسکی ٹکر ٹکر اس کی طرف دیکھ رہے تھے... اور پھر کرنل فارانی اور شوکی برادرز اندر آگئے...اس وقت انسپکٹر کاشان فون کر چکے تھے :

"اللہ سے دعا مانگو ... میں نے جن لوگوں کو فون کیا ہے ... وہ جلدازجلد آجائیں ... ورنہ ہم بے موت مارے جائیں گے ۔"

"آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں ... شنکل ... مم... میرا مطلب ہے ... انکل شاکان ۔" آفتاب نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"شاکان نہیں بھائی... کاشان ۔" شوکی نے برا سا منہ بنایا ۔

"ان حالات میں منہ سے جو نام بھی نکل جائے... غنیمت ہے ۔" آفتاب گھبرا کر بولا ۔

"میں آپ لوگوں کو ڈرا نہیں رہا ... حالات ہیں ہی حددرجے خوفناک ۔"

"آخر وہ کیا ہیں۔"

"پروفیسر ولاسکی ... کی تلاش میں کم از کم دس ملکوں کے جاسوس

شکاری کتوں کی طرح شہر میں دندناتے پھر رہے ہیں ... اور ...'' وہ کہتے کہتے رک گئے۔

''اور کیا ...''

''تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان دس کے دس ملکوں کے جاسوس باقاعدہ حکومت کی مرضی سے ایسا کر رہے ہیں۔''

''کیا مطلب ؟'' وہ ایک ساتھ چلّا اٹھے... مارے خوف کے ان کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''ان ملکو ں کی حکومتوں نے ہماری حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ان کا ایک مجرم ... پروفیسر ولاسکی ... پاک لینڈ میں داخل ہوا ہے ... ان ملکوں کو اس کی فوری گرفتاری چاہیے ... ورنہ انہوں نے دھمکی دی ہے کہ ہماری حکومت سے وہ دس کے دس ملک تعلقات توڑ لیں گے ... دوسرا مطالبہ انہوں نے یہ کیا ہے کہ خود انہیں بھی پروفیسر ولاسکی کو تلاش کرنے کا اختیار دیا جائے اور تم لوگ یہ جان کر ضرور فکر مند ہو جاؤ گے کہ ان ملکوں کو ہماری حکومت نے یہ اجازت دے دی ہے ... لہٰذا اس سے پہلے کہ ان میں سے کسی ملک کی کوئی پارٹی یہاں پہنچے ، ہمیں انہیں ادھر ادھر کر دینا چاہیے . . . ورنہ وہ انہیں لے جائیں گے ...''

''نن... نہیں۔'' پروفیسر مارے خوف کے چلّائے۔

''اور دوسری بات ... یہ معاملہ کوئی چھوٹا معاملہ نہیں رہ گیا کہ ہم لوگ اس سے نبٹ لیں گے ... لہٰذا فوری طور پر انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا صاحبان سے رابطہ کر لیا جائے اور انہیں یہاں بلا لیا جائے... کیونکہ یہ معاملہ ابھی اور پھیلتا نظر آتا ہے۔''

''یہ بالکل مناسب رہے گا۔'' کرنل فارانی نے جلدی سے کہا۔

''میں ان سے رابطہ کر لیتا ہوں... لیکن جب تک وہ نہیں آ جاتے... اس وقت تک ہمیں ان کی حفاظت کے لیے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا۔''

''ہاں! واقعی ... یہاں تو وہ لوگ فوراً ہی آ جائیں گے... کیونکہ پہلے وہ سیدھے شوکی برادرز کے گھر کا رخ کریں گے اور جب یہ لوگ وہاں نہیں ملیں گے تو وہ ادھر آئیں گے ...لہٰذا انہیں یہاں سے فوراً نکال لے جانا چاہیے۔'' کرنل بولے۔

''لیکن صدر دروازے سے نہیں ...'' شوکی نے جلدی سے کہا۔

''پچھلے دروازے کو بھی محفوظ نہیں سمجھا جا سکتا ... '' کرنل نے کہا۔

''تب پھر؟'' آفتاب بولا۔

"چھت کے راستے کسی اور گھر میں اگر ہم چلے جائیں اور اس کے دروازے سے نکل جائیں تو بچنے کا امکان ہوسکتا ہے ...ادھر اس گھر کے دروازے اندر سے بدستور بند رکھے جائیں ...جب تک کہ یہ اس گھر سے بھی نہ نکل جائیں۔"

"ٹھیک ہے... میرے گھر سے دائیں طرف تین چھتیں آپس میں ملی ہوئی ہیں... گویا ہم تین مکان دور جا سکتے ہیں۔" کرنل بولے۔

"بس! یہ ٹھیک رہے گا..."

"تب پھر میں پہلے صدر دروازے سے نکل جاتا ہوں... ورنہ مجھ سے سوالات کیے جائیں گے۔" انسپکٹر کاشان نے جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

انسپکٹر کاشان کے باہر نکلتے ہی انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا ... پھر سب نے چھت کا رخ کیا :

"آپ ڈر تو نہیں رہے پروفیسر صاحب۔" شوکی نے ان کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ڈر لگ تو رہا ہے۔" وہ بولے۔

"اللہ کو یاد کریں..."

اب وہ چھتوں کے ذریعے تین مکان دور چلے آئے... آس پاس

کے لوگ کرنل فارانی کا بہت احترام کرتے تھے، لہٰذا جس گھر میں اترے انہوں نے حیرت ضرور ظاہر کی... لیکن بُرا بالکل نہیں مانا ... کرنل صاحب نے مالک مکان سے کہا :

"آپ ذرا جلدی سے ایک ٹیکسی لے آئیں ... اور میرے دروازے پر نظر ڈالتے آئیں ...وہاں کچھ لوگ آ تو نہیں گئے۔"

"اور اگر وہاں کچھ لوگ ہوں تو کیا پھر بھی ٹیکسی لاؤں۔" انہوں نے پوچھا۔

"ہاں! یہ تو کرنا ہوگا... کیونکہ اگر ہم آپ کے گھر سے نہ نکلے تو بھی یہ لوگ ہم تک آجائیں گے۔"

"اچھی بات ہے... آپ دروازہ اندر سے بند کرلیں۔"

یہ کہہ کر وہ نکل گئے... جلد ہی دروازے پر دستک ہوئی... انہوں نے مالک مکان کی آواز سن کر دروازہ کھول دیا :

"باہر ٹیکسی موجود ہے... اور آپ کے دروازے پر فی الحال کوئی نہیں ہے۔"

"بہت خوب!"

وہ جلدی سے باہر نکلے اور ٹیکسی میں بیٹھ گئے... مالک مکان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہ آگے بڑھے اور جب کرنل فارانی کے گھر کے

سامنے سے ٹیکسی گزری تو انہوں نے دیکھا...وہاں پولیس ہی پولیس موجود تھی... چند گاڑیاں غیر ملکی لوگوں کی بھی نظر آئیں ... اب یہ ان پر اللہ کی خاص مہربانی تھی کہ وہ ان کے بالکل نزدیک سے گزرے اور وہ انہیں نہ دیکھ سکے...انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور نکلتے چلے گئے...

"جانا کہاں ہے؟" کرنل فارانی بولے۔

"اس وقت ہم صرف اور صرف اکبر راٹھور کے ہاں جا سکتے ہیں... ان کے گھر میں ٹھہر کر ہم آئندہ کا پروگرام ترتیب دے سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔"

اور شوکی ڈرائیور کو راستہ بتانے لگا... جلد ہی وہ اکبر راٹھور کے ڈرائنگ روم میں ان کے سامنے بیٹھے تھے اور وہ حیرت زدہ سے انہیں دیکھ رہے تھے:

"اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں انکل۔" شوکی مسکرایا۔

"لگتا ہے ... کسی مشکل میں ہو ... اور یہ صاحب کون ہیں۔"

انہوں نے پروفیسر ولاسکی کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ ہمارے مہمان ہیں... ہمیں ان کی حفاظت کرنی ہے ... پہلے ہم آپ کو تفصیل سنا دیتے ہیں...اس کے بعد مشورہ کریں گے کہ کیا کرنا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔"

اور شوکی نے انہیں ساری تفصیل سنا دی ... پھر بولا:

"اب بتائیے ... ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"یہ تو بہت زیادہ سنگین حالات ہیں... آپ لوگوں کو فوراً شہر سے نکل جانا چاہیے ...یہاں خطرات ہی خطرات ہیں... اور اس سے پہلے میرے نزدیک یہ بہتر رہے گا کہ انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کو فوراً سارے حالات سنا دیے جائیں۔"

"یہ ٹھیک رہے گا ..." شوکی نے فوراً کہا اور انسپکٹر جمشید کے نمبر ملائے... فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی۔

"لگتا ہے شوکی... مشکل میں ہو۔"

"آپ کا اندازہ درست ہے ... پہلے حالات سن لیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

شوکی نے حالات سنا دیے ... وہ بار بار چونکتے رہے... پھر شوکی کو ٹوکتے ہوئے بولے:

"پہلے پروفیسر ولاسکی سے یہ پوچھ لو کہ انہوں نے کوئی پیکٹ پروفیسر داؤد صاحب کو تو نہیں بھیجا تھا۔"

"مجھے معلوم ہے ... ایک پیکٹ انہوں نے پروفیسر انکل داؤد کو اور

ایک پروفیسر انکل غوری کو بھیجا تھا۔"

"ارے باپ رے ... پھر تو ہم سب ایک ہی چکر میں الجھے ہوئے ہیں... ہم لوگ ادھر ہی آرہے ہیں... اور میں انسپکٹر کامران مرزا کو بھی فون کر رہا ہوں۔آپ لوگ وہیں ٹھہریے ۔ اگر کوئی خطرہ محسوس کریں تو آئی جی صاحب مدد کریں گے ... میں انہیں بھی فون کر رہا ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

فون بند کر کے شوکی ان کی طرف مڑا اور بتایا کہ انہوں نے کیا کہا ہے... اس کے بعد اس نے کہا:

"لیکن ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتے... ان حضرات کے آنے تک ہمیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی چاہیے۔"

"تم جو کہو ... کر لیتے ہیں شوکی۔" اکبر راٹھور مسکرائے۔

"ان حضرات کی آمد سے پہلے بھی ہم پر حملہ ہو سکتا ہے ... اس لیے پروفیسر صاحب کی حفاظت کا انتظام ضروری ہے ... انکل راٹھور... آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں۔"

"مم... میں ... میں سوچ رہا ہوں۔"

"کیا سوچ رہے ہیں۔"

"یہ کہ کیا کیا جائے... پروفیسر صاحب کی حفاظت کے لیے کیا کیا جائے... یا ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

"آپ کے گھر میں کوئی تہ خانہ ہے۔" آفتاب نے جلدی سے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔"

"کوئی خفیہ کمرہ۔"

"نہیں... خفیہ کمرہ بھی نہیں۔"

"تب پھر اگر وہ لوگ یہاں آجاتے ہیں تو ہم ان کی حفاظت کس طرح کریں گے۔"

"انہیں اندرونی کمرے میں بند کر دیتے ہیں، باہر تالا لگا دیتے ہیں، چابی بھی اندر سرکا دیتے ہیں ... اس طرح حملہ آور فوری طور پر ان پر حملہ نہیں کر سکے گا۔"

"ٹھیک ہے ... ہم یہ کر لیتے ہیں... لیکن... اگر وہ دروازہ توڑنے لگیں تو؟"

"تو ہم ان کے راستے میں دیوار بن جائیں گے ... ادھر انکل نے آئی جی صاحب کو فون کر ہی دیا ہوگا ... وہ یہاں پہنچ ہی رہے ہوں گے ... لہٰذا ہمیں زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

''اچھی بات ہے ... فی الحال ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔''

انہوں نے پروفیسر ولاسکی کو آخری کمرے میں بند کرکے تالا لگا دیا... ایک دو اور کمروں کو بھی تالے لگا دیے ... پھر آدھ گھنٹے بعد آئی جی کا فون انہیں ملا ... وہ کہہ رہے تھے :

''مجھے پیغام مل گیا ہے ... پولیس بھیج رہا ہوں ... آپ لوگ اپنی مرضی کے مطابق مقرر کر لیں... میں اس وقت ایک خاص میٹنگ میں ہوں... فارغ ہوتے ہی ادھر آؤں گا ... فکر کرنے کی ضرورت نہیں... انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا روانہ ہو چکے ہیں... وہ دو گھنٹے کے اندر یہاں پہنچ جائیں گے ... اور کچھ ؟''

''بہت بہت شکریہ انکل۔''

پھر آدھ گھنٹے بعد دروازے پر دستک دی گئی ... اکبر راٹھور نے فوراً اٹھتے ہوئے کہا :

''پولیس آگئی ۔''

''خبردار انکل ... اطمینان کیے بغیر دروازہ نہ کھولیے گا ... آپ دروازے پر جا کر پہلے ان سے سوالات کریں... ہم اوپر سے ان کا جائزہ لیتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے ۔'' انہوں نے کہا اور دروازے پر پہنچ گئے...

شوکی برادرز نے اوپر کا رخ کیا :

''کون ؟'' اکبر راٹھور بلند آواز میں بولے۔

''پولیس ... آئی جی صاحب کی ہدایات ملی تھیں۔''

''ٹھیک... لیکن اس بات کی تصدیق کیسے ہو ۔'' اکبر راٹھور نے کہا۔

''کیا مطلب ؟''

''ہم لوگ اس وقت خطرے میں ہیں...ہمارا دشمن پولیس کے بھیس میں بھی آسکتا ہے، اس لیے ہم اطمینان کرنا چاہتے ہیں ۔''

''ہمارے نام اور نمبر نوٹ کر لیں... ہمارے آفیسر کو فون کرکے تصدیق کر لیں ۔''

''پہلے آفیسر آئی جی صاحب کو نام اور نمبر نوٹ کرا دیں ... پھر ہم فون کریں گے ۔'' انہوں نے تجویز پیش کی ... دراصل وہ شوکی برادرز کے نیچے آنے کا انتظار کر رہے تھے ۔

''کیا مطلب ... یعنی ہمارے آفیسر پہلے آئی جی صاحب کو فون کریں...''

''ہاں ! یہ ضروری ہے۔''

''اچھی بات ہے... میں ان سے بات کرتا ہوں... پھر جو جواب

وہ دیں گے ... ہم آپ کو بتا دیں گے۔" قدرے ناخوشگوار انداز میں کہا گیا۔

"ٹھیک ہے۔"

اتنے میں شوکی برادرز نیچے اتر آئے... ان کے چہرے دھواں ہو رہے تھے:

"کیا بات ہے... بہت پریشان لگ رہے ہو۔"

"ہاں! یہ لوگ جعلی پولیس والے لگتے ہیں ... کیونکہ باہر پولیس کی کوئی گاڑی نہیں ہے ... البتہ دو تین جیپیں ضرور کھڑی ہیں... لیکن وہ جیپیں پولیس کی نہیں ہیں۔"

"تو پھر ہمیں آئی جی صاحب سے رابطہ کرنا چاہیے ... انہیں فوراً صورتحال بتانی چاہیے۔" اکبر راٹھور نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

شوکی نے فوراً سر ہلا دیا اور آئی جی صاحب کے نمبر ملائے... فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی تو وہ بولا:

"انکل! شوکی بات کر رہا ہوں ... انکل اکبر راٹھور کے گھر کے باہر کچھ لوگ آئے ہیں... لیکن وہ پولیس والے نہیں ہیں ...اگر چہ وہ ظاہر یہی کر رہے ہیں اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ خطرے میں ہیں... آپ نے جن لوگوں کو بھیجا ہے ... وہ اب تک نہیں پہنچے۔"

"ایک منٹ ... میں پتا کرتا ہوں... تم دروازہ نہ کھولنا۔"

"ٹھیک ہے انکل۔"

فون بند کرکے وہ آفتاب کی طرف مڑا:

"آفتاب تم اوپر جاکر دیکھو...یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

آفتاب نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا ... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی، اس کے چہرے پر اطمینان تھا:

"وہ لوگ جا چکے ہیں... جیپیں غائب ہیں۔"

"ہوں... جب انہوں نے دیکھا کہ ہم ہوشیار ہیں اور ان کی چال کو بھانپ گئے ہیں تو انہوں نے نکلنے کی کی۔"

"اللہ کا شکر ہے ... فی الحال تو خطرہ ٹلا۔"

پھر آئی جی صاحب کا فون آگیا ... انہوں نے کہا:

"پولیس پہنچنے والی ہے ...ان کا کوڈ ... بہار آنے والی ہے ... یہ جملہ بھی تین بار کہا جائے گا ... یہ میں نے ان سے ابھی طے کیا ہے... لہٰذا تم پریشان ہوئے بغیر دروازہ کھول دینا۔"

"بہت بہتر سر۔"

اور پھر انہوں نے کئی پولیس گاڑیوں کے ہارن سنے... جلد ہی زور

دار انداز میں دستک دی گئی ... آفتاب اس سے پہلے ہی اوپر جا چکا تھا... ادھر شوکی دروازے پر پہنچ گیا ... اس نے کہا :

’’ باہر کون ہے ۔‘‘

’’ بہار آنے والی ہے ۔‘‘

یہ جملہ تین بار دہرایا گیا ... ادھر آفتاب نیچے اتر آیا ... اس نے اشاروں میں کہا :

’’ باہر واقعی پولیس ہے ۔‘‘

’’ بس ٹھیک ہے ۔‘‘

اور پھر انہوں نے دروازہ کھول دیا ... پولیس اندر داخل ہو گئی... ان سب کے چہروں پر دوستانہ مسکراہٹیں تھیں :

’’ تو آپ کو آئی جی صاحب نے بھیجا ہے ۔‘‘

’’ ہاں ! آپ جو کہیں گے ... ہم کریں گے ... جب تک کہ ہمیں آئی جی صاحب واپس نہیں بلا لیتے یا آپ کی ہدایات پر عمل کرنے سے روک نہیں دیتے ۔‘‘

’’ شکریہ ! گھر کے چاروں طرف پھیل جائیں ... ایسی جگہوں پر مورچے سنبھال لیں... جہاں سے دشمن آپ لوگوں کو نشانہ نہ بنا سکے... اور یہ بات نوٹ کرلیں ...دشمن حملہ آور ہوگا ۔‘‘

’’ آپ فکر نہ کریں ، ہم ہر طرح تیار ہو کر آئے ہیں ۔‘‘

یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئے ...انہوں نے دروازہ پھر اندر سے بند کر لیا:

’’ میرے خیال میں حالات پرسکون ہیں ... فی الحال کوئی خطرہ نہیں ہے... تو کیوں نہ اب ہم پروفیسر ولاسکی سے دو باتیں کرلیں...اس پر تو وہی روشنی ڈالیں گے کہ یہ سب آخر چکر کیا ہے ۔‘‘

’’ ٹھیک ہے ... آؤ چلیں ۔‘‘ اکبر راٹھور بولے۔

وہ انہیں اندرونی کمرے میں لے آئے... انہوں نے دروازے پر دستک دی تو اندر سے پروفیسر ولاسکی نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا :

’’ کک... کون ؟‘‘

’’ یہ ہم ہیں پروفیسر ولاسکی ... گھبرانے کی ضرورت نہیں... حالات ہمارے کنٹرول میں ہیں ۔‘‘

’’ بہت خوب !‘‘

’’ اب بتائیں ... یہ سب چکر کیا ہے ۔‘‘

ایسے میں باہر فائرنگ کی آوازشروع ہوگئیں... وہ اچھل کر کھڑے ہوگئے ، لیکن ابھی کھڑے ہوئے ہی تھے کہ ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا:

شکست

ان سب کی آنکھیں کھلیں تو وہ ہسپتال میں تھے... سب کے جسموں پر پٹیاں کی گئی تھیں... گویا سبھی زخمی ہوئے تھے... لیکن تھے سب زندہ... لیکن وہ یہ سوچ کر پریشان ہو گئے کہ جو پولیس والے باہر تھے، ان کا کیا بنا ہوگا... پھر جونہی دو ڈاکٹر اندر آتے نظر آئے... شوکی پکار اٹھا:

"وہ باہر پولیس مین تھے... وہ سب تو خیریت سے ہیں۔"

"ہمیں افسوس ہے... ان میں سے کئی کام آچکے ہیں... اور جو بچ گئے ہیں، وہ شدید زخمی ہیں۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

پھر انہوں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا اور بری طرح چونکے:

"ارے... پروفیسر ولاسکی کہاں ہیں؟"

"پپ... پروفیسر ولاسکی۔" کرنل فارانی کی بوکھلائی ہوئی آواز

سنائی دی:

"ارے باپ رے... باقی سب یہاں موجود ہیں... اگر نہیں ہیں تو پروفیسر ولاسکی۔"

"نن... نہیں۔" شوکی کے منہ سے نکلا۔

"اس کا مطلب ہے... انہوں نے پہلے دھماکا کیا... پھر پروفیسر کو اٹھا لے گئے۔" اکبر راٹھور بولے۔

"نظر تو یہی آتا ہے... لیکن اس بات کا بھی امکان ہے کہ پروفیسر ولاسکی وہیں کہیں ملبے میں نہ دبے پڑے ہوں..."

"یہ اور خطرناک بات ہوگی۔"

"میں آئی جی صاحب سے بات کرتا ہوں۔"

شوکی نے کانپتی آواز میں کہا... پھر ان کے نمبر ملائے... فوراً ہی سلسلہ مل گیا:

"انکل! کیا خبر ہے... ہمیں یہاں پروفیسر ولاسکی نظر نہیں آرہے۔"

"ہاں شوکی... حملہ آور انہیں اٹھا لے گئے۔"

"کیا!!!" اس کے منہ سے نکلا۔

"انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید وغیرہ پہنچ گئے ہیں... تم

لوگوں کے پاس پہنچنے ہی والے ہیں ۔"

" لیکن اب ہم انہیں کیا منہ دکھائیں گے ... ہم پروفیسر ولاسکی کی حفاظت نہ کرسکے ۔" شوکی نے روتی آواز میں کہا ۔

" اس میں تمہارا کیا قصور شوکی... اچھا اللہ حافظ۔" آئی جی انوار احمد خان نے یہ کہتے ہوئے موبائل بند کر دیا ۔

عین اسی وقت بہت سے قدموں کی آواز سنائی دی ...پھر دروازہ کھلا اور فاروق کی آواز سنائی دی ۔

" جب دیکھو... ہسپتال میں لمبے لیٹے نظر آتے ہیں... تمہیں اور کچھ نہیں آتا ۔"

" حد ہوگئی ... یہ عیادت کا کون سا طریقہ ہے ۔" مکھن نے جھلا کر کہا۔

" آئے بڑے عیادت کرانے کے شوقین ۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

" انکل آپ سن رہے ہیں ۔" شوکی نے شکایت آمیز انداز میں کہا۔

" ہاں بھئی ... سن تو ہم رہے ہیں ۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے ۔

" سوال یہ ہے کہ پروفیسر کہاں ہیں ۔" انسپکٹر کامران مرزا کی آواز سنائی دی ۔

" اب یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ انہیں لے گئے ...پہلے انہوں نے بم پھینکا اور پھر اکبر راٹھور کے ٹوٹ پھوٹ جانے والے گھر میں داخل ہوکر پروفیسر ولاسکی کو اٹھا لے گئے...یہ سب حضرات بے ہوش تھے ... ظاہر ہے ، پروفیسر صاحب بھی بے ہوش ہو چکے ہوں گے ۔"

" ہاں! یہی بات ہے ۔" پروفیسر داؤد نے کہا ۔

ایسے میں انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بجی... دوسری طرف آئی جی انوار احمد تھے ... وہ پرجوش انداز میں کہہ رہے تھے :

" جمشید ! ایک خوش خبری ..."

"جلدی بتایئے سر۔"

" پروفیسر ولاسکی ... مل گئے ہیں... وہ ملبے میں دب گئے تھے... اس لیے حملہ آوروں کو نہیں ملے سکے...انہوں نے بھی شاید یہی خیال کیا ہوگا کہ پروفیسر ولاسکی بم دھماکے میں مارے گئے ہیں ...یوں بھی وہ اس جگہ زیادہ دیر تک تو رک ہی نہیں سکتے تھے ۔"

" اوہ ہاں! بالکل یہی بات ہے ۔"

تھوڑی دیر بعد پروفیسر ولاسکی کو بھی ہسپتال لے آیا گیا:

" وہ بہت زخمی تھے اور بے ہوش بھی...ڈاکٹر صاحبان فوری طور پر ان کی طرف متوجہ ہو گئے ...

انہیں دوسرے دن ہسپتال سے فارغ کیا گیا اور سب کے سب کرنل فارانی کے گھر آگئے... یہ گھر نسبت زیادہ محفوظ تھا... دوسری طرف انوار احمد صاحب نے ان کی حفاظت کے لیے پولیس کی بھاری تعداد بھیج دی تھی اور اب کرنل فارانی کے گھر کے آس پاس کا علاقہ پولیس کے گھیرے میں تھا:

وہ سب گھر کے ایک بڑے کمرے میں جمع تھے ... ادھر سب کی نظریں پروفیسر ولاسکی پر جمی تھیں:

"ہم سب اس انتظار میں ہیں کہ اس سارے معاملے سے آپ پردہ اٹھا دیں۔"

"ہاں! کیوں نہیں ... لیکن اس سے پہلے میں جاننا چاہتا ہوں کہ پروفیسر داؤد کو میرا ارسال کردہ پیکٹ مل گیا تھا یا نہیں۔"

"بالکل مل گیا تھا ... لیکن اس میں سے جو نوٹ نکلی تھی... اس پر کچھ بھی لکھا ہوا نہیں تھا... یہاں تک کہ ہم نے خفیہ تحریروں کے خیال سے اسے ہر طرح پڑھنے کی کوشش کی تھی ... لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔"

"اور پروفیسر غوری صاحب... آپ کو میری طرف سے پیکٹ ملا تھا۔"

"جی ہاں! اس میں سے ایک ٹارچ نکلی تھی ... اس کی روشنی نیلی

ہے۔"

"یہ دونوں چیزیں اس وقت کہاں ہیں۔" انہوں نے کہا۔

"محفوظ ہیں ... فکر نہ کریں۔"

"میرا مطلب ہے ... کیا یہ اس وقت آپ لوگوں کے پاس ہیں۔"

"نہیں ... اس قدر اہم چیزوں کو ساتھ لیے پھرنا مناسب نہیں تھا، اس لیے ہم اسے نہیں لائے ..."

"ویسے پروفیسر ولاسکی صاحب... مجھے یاد آگیا ہے... آپ نے مجھ سے ایک عام آدمی کی حیثیت میں ملاقات کی تھی ...اس وقت آپ ایک تجربہ کرنے میں مصروف تھے اور اس تجربے کے سلسلے میں آپ نے مجھ سے مشورہ کیا تھا۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے ... کیا آپ کو یاد ہے ... میں اس زمانے میں کس تجربے پر کام کر رہا تھا۔"

"ہاں! وہ تجربہ تھا وقت پر۔"

"کیا کہا ... وقت پر؟" کئی حیرت زدہ آوازیں ابھریں۔

"ہاں! وقت پر ..."

"لیکن بھلا کیا ... آپ وقت پر کیا تجربہ کرنا چاہتے تھے اور کیا

آپ اس تجربے میں کامیاب ہو گئے تھے۔"

"اس سے پہلے کہ میں اس سلسلے میں بات شروع کروں... پہلے یہ سن لیں کہ۔"

ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے ... عین اس لمحے مکان کے دروازے پر دستک ہوئی تھی، ان سب کے منہ بن گئے۔ پھر انسپکٹر جمشید نے محمود سے کہا:

"محمود! تم دیکھو۔"

"جی اچھا۔"

وہ اٹھ کر دروازے پر آیا... اور بولا:

"جی فرمایئے ... باہر کون صاحب ہیں... جب کہ اس مکان کے گرد پولیس کا پہرہ ہے۔"

"پولیس ہمیں نہیں روک سکتی۔" باہر سے کہا گیا۔

"کیا مطلب؟"

"ہمارے پاس آپ لوگوں سے ملنے کے لیے خصوصی اجازت نامہ ہے۔"

"لیکن کیوں... آپ ہم سے کیوں ملنا چاہتے ہیں اور یہ اجازت نامہ کس کی طرف سے ہے۔"

"آئی جی انوار احمد خان صاحب کی طرف سے ہے ... اپنے ملک کے خلاف ہونے والی ایک سازش کی وجہ سے ہم آپ سے ملنا چاہتے ہیں ... اور اگر آپ نے ہم سے ملاقات نہ کی تو ہمارے ملک کو نقصان پہنچے گا... اس کی ذمے داری آپ پر ہوگی۔"

"پہلے ہم آئی جی صاحب سے تصدیق کر لیں۔"

"ضرور کیوں نہیں ... ہم انتظار کر رہے ہیں ... لیکن آپ یہ سوچ لیں کہ ملاقات تو آپ کو ہم سے کرنی ہی پڑے گی۔"

"اچھی بات ہے ... آپ انتظار فرمائیں۔"

یہ کہہ کر محمود اندر چلا آیا۔ وہ سن ہی چکے تھے... اس لیے انسپکٹر جمشید نے فوراً آئی جی صاحب کے نمبر ملائے۔ سلسلہ ملتے ہی وہ بولے:

"السلام علیکم سر... یہ کیا معاملہ ہے۔"

"تو ملاقات کے خواہش مند وہاں پہنچ گئے۔"

"جی ہاں۔"

"میں انہیں اجازت نامہ دینے پر مجبور تھا جمشید۔"

"جی ... کیا مطلب؟"

"یہ صدر صاحب کا سفارشی رقعہ لائے تھے ... سو میں نے مجبوراً اجازت نامہ لکھ دیا۔"

"لیکن سر! آپ نے ہمیں اطلاع کیوں نہیں دی۔"

"ان کا ایک ساتھی اس وقت تک یہاں موجود رہا جب تک باقی ساتھیوں نے یہاں پہنچنے پر اسے بلا نہیں لیا۔"

"اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔ پھر بولے:

"لیکن سر... ہم اس وقت ایک ایسی صورتحال سے دوچار ہیں کہ یقین سے کوئی بات نہیں کہی جا سکتی ...ان لوگوں سے ملاقات انتہائی خطرناک بھی ہوسکتی ہے، پروفیسر ولاسکی اس وقت ہمارے ساتھ ہیں ... اور۔"

"اور کیا۔"

"ابھی میں اور کے بعد کچھ نہیں کہنا چاہتا سر... لیکن کسی طرح یہ ملاقات نہ ہونے دیں۔"

"اچھی بات ہے ... میں صدر صاحب سے بات کرتا ہوں ... ان لوگوں کو بتا دیں کہ صدر صاحب سے بات ہو رہی ہے ... فی الحال انہیں باہر ہی انتظار کرنا پڑے گا...پولیس سے کہہ دیں، وہ انہیں عزت سے بٹھائیں۔"

"بہت بہتر سر۔"

فون بند کرکے انسپکٹر جمشید پروفیسر ولاسکی کی طرف مڑے: "میں

خطرہ محسوس کر رہا ہوں ... بڑے پیمانے پر کوئی چکر چلنے والا ہے... اس لیے آپ ذرا الگ کمرے میں چل کر میری ایک دو باتیں سن لیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

"کامران مرزا آپ بھی چلیں ..."

انہوں نے سر ہلایا اور وہ تینوں اندرونی حصے کی طرف چلے گئے... باقی لوگ صحن میں کرسیوں پر بیٹھ گئے... ان سب پر اس طرح خاموشی طاری ہو چکی تھی جیسے انہیں کوئی حادثہ پیش آگیا ہو...پھر پورے بیس منٹ بعد وہ تینوں باہر نکلے ... اسی وقت انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بجی... انہوں نے دیکھا... فون صدر صاحب کا تھا ...انہوں نے فوراً موبائل آن کیا۔ دوسری طرف سے صدر صاحب بولے:

"جمشید ... ایک بہت زیادہ ہولناک صورتحال کا سامنا ہے۔"

"جی ... کیا مطلب؟" وہ گھبرا گئے۔

"اور میں مجبور ہوں... ملکی قانون کی رو سے میں اس بارے میں کچھ نہیں کرسکتا۔"

"آپ... آپ کہنا کیاچاہتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید اور زیادہ گھبرا گئے۔

"اکبر راٹھور کے گھر کے باہر اس وقت صرف ہماری پولیس ہی

نہیں... فوج ہی نہیں ... غیر ملکی فوجی بھی موجود ہیں۔"

"کیا کہا آپ نے ... غیر ملکی فوجی۔" وہ زور سے اچھلے۔ باقی لوگوں کے رنگ بھی اڑ گئے ... ان کی آنکھیں پھٹی پھٹی کی رہ گئیں:

"ہاں جمشید ... غیر ملکی فوجی... مجھ سے بات بعد میں شروع کی گئی اور اس گھر کے گرد گھیرا پہلے ڈالا گیا۔"

"یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔"

"انشارجہ کی ٹیم کا کہنا ہے ... پروفیسر ولاسکی ان کے ملک کے ہیں... اس بات کے ثبوت انہوں نے مجھے دکھائے ہیں... ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے ملک سے غداری کی ہے ... ملک کے انتہائی قیمتی راز اڑا کر اس ملک میں آ گئے ہیں... لہٰذا انہیں فوری طور پر ان کے حوالے کیا جائے ... ورنہ فوری طور پر انشارجہ ہمارے ملک سے تمام تعلقات ختم کر لے گا۔"

"ن... نہیں۔" وہ زور سے چلائے۔

"اب جمشید ! قانون کی رو سے ہم مجبور ہیں... پروفیسر ولاسکی کو فوری طور پر ان کے حوالے کرنا ہوگا ... وہ کوئی مہلت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں... جمشید... میں تمہیں حکم دیتا ہوں... دروازہ کھول دو اور

پروفیسر ولاسکی کو ان لوگوں کے حوالے کر دو...وہ انشارجہ کے ہیں ... انشارجہ کی گاڑی باہر موجود ہیں ... اور بس ... اب کوئی مہلت نہیں ۔موبائل آف نہ کرنا جمشید ... اپنے ساتھیوں کو حکم دو وہ دروازہ کھول دیں۔"

"اچھا سر... خان رحمان دروازہ کھول دو۔"

"اچھا !" انہوں نے جھلا کر کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گئے... پھر انہوں نے دروازہ کھول دیا ... باہر واقعی انشارجہ کے لوگ موجود تھے۔

"پروفیسر ولاسکی ... فوراً ہمارے نزدیک آ جاؤ۔"

پروفیسر ولاسکی نے ان سب کی طرف حسرت زدہ انداز میں دیکھا اور پھر بوجھل قدموں سے دروازے کی طرف چل پڑے ... ان کے چہرے پر پھیلی مایوسی کو دیکھ کر ان سب کا جی چاہا... وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں...جونہی وہ دروازے پر پہنچے ، انشارجہ کے دو مضبوط نوجوانوں نے انہیں دونوں طرف سے پکڑ لیا اور گھسیٹ لیا...

دوسرے ہی لمحے وہ انہیں گاڑی میں بٹھا چکے تھے... اور وہ دکھ بھرے انداز میں گاڑی کو جاتے دیکھ رہے تھے ... اس گاڑی کے پیچھے چند اور انشارجہ کی گاڑیاں بھی جاتی نظر آئیں:

خفیہ آدمی

وہ سب چپ چاپ سے بیٹھے تھے۔ کسی کا جی کوئی بات کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا... پھر کتنے ہی لمحات گزر گئے ... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"پروفیسر ولاسکی کو وہ لوگ ضرور لے گئے ... لیکن ... وہ نوٹ بک اور وہ ٹارچ ہمارے پاس ہے ... یہاں پروفیسر داؤد اور پروفیسر غوری موجود ہیں ... تو کیوں نہ آپ دونوں حضرات ان دونوں چیزوں پر مختلف تجربات کریں اور جاننے کی کوشش کریں کہ وہ کیا ہیں... آیا پروفیسر صاحب نے اس نوٹ بک میں کیا لکھا تھا ... اگر لکھا تھا تو ہم اسے کس طرح پڑھ سکتے ہیں۔"

"ہوں ... ٹھیک ہے ... ہم ان دونوں پر کام شروع کر دیتے ہیں... لیکن اس کے لیے ہمیں تجربہ گاہ جانا پڑے گا... ملک کے اس حصے میں ایک تجربہ گاہ ہے ... اور اس کے انچارج ہیں پروفیسر حجازی

... میں ان سے رابطہ کرتا ہوں۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔" انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

اور پھر پروفیسر داؤد بات کرنے لگے ... آخر فون بند کر کے انہوں نے کہا:

"انہیں کوئی اعتراض نہیں ... ہم دونوں چیزوں کے ساتھ وہاں چلتے ہیں ... باقی سب لوگ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے ... کیونکہ ان دونوں چیزوں کی حفاظت کا مسئلہ بھی درپیش ہے۔"

"ٹھیک ہے ... سب ہی چلتے ہیں۔"

اور پھر وہ وہاں سے پروفیسر حجازی کی تجربہ گاہ پہنچ گئے ... انہوں نے ساری بات پروفیسر کو بتائی... تب انہوں نے مطلوبہ آلات تک انہیں پہنچا دیا۔ وہ اپنے کام میں جٹ گئے... باقی لوگ لان میں آ کر بیٹھ گئے... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے انسپکٹر کامران مرزا سے کہا:

"دشمن بھی ان چیزوں کی فکر میں ہوگا ... لہٰذا آپ ان تینوں حضرات کے پاس چلے جائیں..."

انہوں نے سر ہلا دیا اور چلے گئے:

"ہاں! اب تم لوگ بتاؤ۔" انسپکٹر جمشید ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ہم بتائیں ... کیا بتائیں۔" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"اب تک تم نے اس سارے چکر کے بارے میں کیا اندازے لگائے ہیں۔"

"ہمیں اندازے لگانے کی مہلت ہی کب ملی ہے انکل۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"خیر کوئی بات نہیں ... اب تو فرصت مل گئی ہے ...اب اندازہ لگا لو۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"سوال تو یہ ہے کہ ابا جان کہ ہم اندازہ لگائیں کیا۔"

"پروفیسر ولاسکی کے بارے میں ... نوٹ بک کے بارے میں اور ٹارچ کے بارے میں...اندازے لگانے کے لیے یہاں کچھ کم چیزیں ہیں کیا۔" انہوں نے جھلا کر کہا۔

"نوٹ بک اور ٹارچ پر تو پہلے پروفیسر انکلز اپنا زور لگا چکے ہیں... لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا ... یا یوں کہہ لیں ، نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات رہا ... اب رہ گئے ... پروفیسر ولاسکی ... ان کے بارے میں شوکی برادرز سے پوچھیں... کیونکہ براہ راست وہ ان کی طرف آئے تھے... اور انہیں ان سے بات چیت کرنے کا زیادہ موقع ملا ہے۔"

"کیوں شوکی۔" انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف دیکھا۔

"اس حد تک تو ان کی بات ٹھیک ہے انکل... لیکن انہوں نے

ہمیں کچھ بھی نہیں بتایا ... نوٹ بک اور ٹارچ کے بارے میں ضرور بتایا تھا کہ وہ آپ حضرات کو بھیج چکے ہیں ...اور بس ... اب یہاں ان سے پوچھنے کا وقت آیا تھا... تو دشمن انہیں ہم سے چھین لے گئے... اس وقت وہ یہاں ہمارے ساتھ ہوتے تو مسئلہ حل ہوگیا تھا ... مطلب یہ کہ کیس مکمل ہوجاتا۔"

"ہوں... تم ٹھیک کہتے ہو ... اس کا مطلب ہے ... ہمیں تینوں پروفیسر صاحبان کی رپورٹ کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"جی ہاں... بالکل۔"

عین اسی لمحے انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بجی ... انہوں نے چونک کر اسکرین کی طرف دیکھا... تو وہاں صدر صاحب کا نام نظر آیا... انہوں نے کہا:

"کیا حکم ہے سر۔"

"ایک اور خبر ... وہ لوگ پھر تم لوگوں کی طرف آرہے ہیں۔"

"جی کیا مطلب ... کون لوگ؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"وہی... جو پروفیسر ولاسکی کو تم لوگوں سے چھین لے گئے ہیں۔" صدر صاحب ہنسے۔

"اور آپ ہنس رہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"اور کیا کروں ... اپنی بے بسی پر ہنسی آرہی ہے ... ہوں میں ملک کا صدر ... لیکن میں تم لوگوں کو ان لوگوں کی چیرہ دستیوں سے بچا نہیں سکتا۔"

"ہم آپ کی مجبوریاں سمجھتے ہیں سر ... آپ فکر نہ کریں ... انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا ... یہ بتائیں ... اب وہ ہم لوگوں سے کیا چاہتے ہیں۔"

"ان کا کہنا ہے ... پروفیسر ولاسکی ان کے ملک سے خالی ہاتھ فرار نہیں ہوئے ... وہ ان کی دو اہم چیزیں اڑا لائے ہیں، یہ دو چیزیں ایک نوٹ بک اور ایک ٹارچ ہیں۔"

"کیا !!!" انسپکٹر جمشید کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

"انہوں نے ان کے سامنے بیان دیا ہے کہ یہ دونوں چیزیں انہوں نے بذریعہ کوریئر سروس پروفیسر داؤد اور پروفیسر غوری کو بھیجی تھیں ... یہ دونوں حضرات اس وقت یہیں تم لوگوں کے ساتھ ہیں ... اور پروفیسر ولاسکی نے انہیں بتایا ہے کہ دونوں چیزیں اس وقت بھی تم لوگوں کے پاس ہیں ... لہٰذا میں حکم دیتا ہوں کہ یہ دونوں چیزیں ان لوگوں کے حوالے کر دو ..."

"اوہ ... اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"اوہ اوہ سے تو کام نہیں چلے گا جمشید ... یہ چیزیں ہمیں ان کے حوالے کرنا ہوں گی۔"

"جی بہتر ! جو حکم ... جونہی وہ آئیں گے ... ہم چیزیں ان کے حوالے کر دیں گے۔"

"بہت خوب جمشید ! مجھے تم سے یہی امید تھی ... حکم ماننا تو کوئی تم سے سیکھے۔"

"بہت بہت شکریہ سر۔"

صدر صاحب نے فون بند کر دیا تو وہ ان کی طرف مڑے ... یہ گفتگو سبھی نے سنی تھی ... لہٰذا اب وہ ان لوگوں کا انتظار کرنے لگے ... جلد ہی وہ آ گئے ... اور انہوں نے نوٹ بک اور ٹارچ ان کے حوالے کر دیں ... وہ لے کر چلے گئے تو وہ ایک دوسرے کو خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگے :

"یہ ... یہ کیسا کیس ہے ... اس میں ہمیں قدم قدم پر بار بار ہار ماننا پڑ رہی ہے۔" پروفیسر داؤد نے برا سا منہ بنایا۔

"ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے ... پھر چونک کر بولے:

’’ویسے میرا خیال ہے ... اب ہمیں غائب ہوجانا چاہیے۔‘‘

’’جی ... کیا کہا ... غائب ہو جانا چاہیے۔‘‘

’’ہاں! بالکل ... کیونکہ میرا خیال ہے ... یہ لوگ ایک بار پھر آئیں گے۔‘‘

’’لیکن کیوں ...اب ہمارے پاس کیا رہ گیا ہے۔‘‘ شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

’’کچھ رہ گیا ہے یا نہیں ...وہ لوگ آئیں گے۔‘‘

’’تب پھر آپ کیا کہتے ہیں انکل۔‘‘ آصف نے گھبرا کر کہا۔

’’وہی جو پہلے کہہ چکا ہوں ... آیئے چلیں ... ہم سبھی کو یہاں سے چلنا ہے۔‘‘

’’لیکن کہاں۔‘‘ وہ ایک ساتھ بولے۔

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا ... بس باہر کی طرف دوڑ ا دی۔ اب تو سبھی دوڑ پڑے۔

دوسرے دن وہ ایک خفیہ مقام پر موجود تھے ... اس مقام کے بارے میں ان کے کسی ملنے جلنے والے کو معلوم نہیں تھا اور نہ دفتر یا گھر کے کسی فرد کو معلوم تھا... گویا وہ پوری دنیا سے کٹ کر یہاں بیٹھے تھے انہوں نے اپنے موبائل آف کر دیے تھے...البتہ انسپکٹر جمشید نے ا

موبائل آن رکھا تھا، لیکن اس میں ایک اور سم لگا لی تھی...اس سم کے نمبروں سے صرف ایک شخص آگاہ تھا... اور اسی کے لیے انہوں نے موبائل آن رکھا تھا ... پھر اس عمارت میں انہوں نے 24 گھنٹے گزار دیے ...اس کے بعد کہیں جا کر ان کے موبائل کی گھنٹی بجی...انہوں نے فوراً بٹن دبا دیا اور بولے:

’’ای فور فون۔‘‘

اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے موبائل بند کر دیا گیا:

’’یہ ای فور فون کیا ہے ابا جان؟‘‘ مارے حیرت کے محمود نے پوچھا۔

’’یہ... ایک خفیہ اشارہ ہے۔‘‘

’’اور آپ نے یہ خفیہ اشارہ کسے دیا ہے۔‘‘

’’ایک خفیہ آدمی کو۔‘‘ وہ مسکرائے۔

’’یہ کیا بات ہوئی... آپ ہم سے تو یہ بات خفیہ نہ رکھیں۔‘‘

’’وہ خفیہ آدمی کچھ دیر بعد یہیں ہوگا ... لہٰذا تم فکر نہ کرو۔‘‘

’’آپ کہتے ہیں تو ہم فکر نہیں کرتے ... ویسے فکر کرنے کا اس سے بہتر وقت اور کون سا ہوگا۔‘‘ فاروق نے منہ بنایا۔

انسپکٹر جمشید ہنسنے لگے:

"کیا ہم یہ کیس مکمل طور پر ہار چکے ہیں ابا جان۔" فرزانہ کی حسرت زدہ آواز ابھری۔

"یہ تو خیر نہیں کہا جاسکتا ... تاہم فتح اور شکست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے، اس پر تو تمہارا یقین ہے نا۔" انسپکٹر جمشید پھر مسکرائے۔

"جی بالکل ... ہے۔"

"بس تو پھر ... جب تک وہ خفیہ آدمی۔"

عین اسی لمحے ان کے موبائل کی گھنٹی بجی... وہ زور سے اچھلے... چہرے پر خوف دوڑ گیا ... جلدی سے اسکرین کی طرف دیکھا اور بٹن دبا دیا:

"خیریت۔"

دوسری طرف کا جواب سن کر انہوں نے فوراً موبائل بند کر دیا اور ان سے بولے:

"ہمارا دشمن کوئی عام دشمن نہیں ... وہ ہم سے اس کیس میں ہر لحاظ سے آگے ہے ...ہم یہاں بھی محفوظ نہیں ہیں... اگرچہ اس بات کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا... لیکن کہیں نہ کہیں ہم سے غلطی ہو گئی ہے ... آؤ ... جلدی کرو..." یہ کہتے ہی وہ اچھل کر کھڑے ہوئے۔

اور پھر وہ وہاں سے آندھی اور طوفان کی طرح روانہ ہو گئے...

تین گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد وہ ایک اور عمارت میں داخل ہو رہے تھے... انہوں نے اندر داخل ہوتے ہی عمارت کے تمام دروازے اندر سے بند کر لیے...یہ شہر کا ایک آباد ترین علاقہ تھا ... لیکن اس عمارت میں وہ زندگی میں پہلی بار داخل ہوئے تھے ...ان کے لیے عمارت کا دروازہ ایک بوڑھے آدمی نے کھولا تھا ...اس کا حلیہ بہت عجیب سا تھا ...ان سب نے سوالیہ انداز میں پہلے اس بوڑھے کی طرف دیکھا... پھر ان کی طرف ... وہ سمجھ گئے کہ سب لوگ کیا کہنا چاہتے ہیں:

"یہ انکل عدنان بومی ہیں ... اس وقت ہمارے لیے یہی عمارت محفوظ ہو سکتی ہے ... کیونکہ عدنان بومی صاحب سے میرے تعلقات کا کسی کو قطعاً علم نہیں ... نہ اس خفیہ آدمی کو علم ہے۔"

"پھر وہی خفیہ آدمی...اور جب آپ کہہ رہے ہیں کہ اس خفیہ آدمی کو بھی اس عمارت کا علم نہیں ہے تو پھر وہ یہاں کیسے پہنچیں گے ..." آصف نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"انہیں پتا بتایا جائے گا۔"

"اوہ اچھا۔"

"نہ جانے کیا بات ہے ... میں بہت بے چینی محسوس کر رہی ہوں۔" فرحت بولی۔

"اور میں بھی۔" آفتاب نے جلدی سے کہا۔

"شوق سے محسوس کرو... کوئی پابندی نہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی... کس پر کوئی پابندی نہیں۔"

"پریشانی محسوس کرنے پر۔"

"حد ہوگئی... آج تو آپ ہمارے انداز میں باتیں کر رہے ہیں، دوسرے الفاظ میں ہمارے بھی کان کاٹ رہے ہیں۔"

"نن... نہیں تو۔"

"سوال یہ ہے کہ وہ کون سی غلطی ہے... جو ہم سے ہو رہی ہے۔"

"یہ پروفیسر صاحبان بتائیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب... ہم کیا بتائیں۔"

"ہم سے کیا غلطی ہوئی ہے کہ ہمارے دشمنوں نے اس عمارت کا پتا چلا لیا۔"

"اوہ اچھا... اس پر ہم غور کر لیتے ہیں۔" پروفیسر داؤد نے جلدی سے کہا۔

"سچی بات ہے جمشید... اب تو میں بھی بے چینی محسوس کر رہا ہوں۔ کوئی ایسی بات ہے... جو ہم غیر محسوس طور پر محسوس کر رہے

ہیں... لیکن یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا ہے۔"

"ہوں... میں نے کہا تو ہے کہ شوق سے پریشانی محسوس کرتے رہو۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ جمشید... اوہ۔" خان رحمان کے منہ سے نکلا۔

"اب تمہیں کیا ہوا خان رحمان۔" انسپکٹر جمشید ان کی طرف مڑے۔

"میں ایک بات بہت دیر سے محسوس کر رہا ہوں۔"

"اچھا بس چپ رہو۔" انسپکٹر جمشید نے بُرا سا منہ بنایا۔

"جی... یہ کیا کہا آپ نے... وہ بھی انکل خان رحمان سے۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"انہوں نے کہا ہے... اچھا بس چپ رہو۔" خان رحمان ہنسے۔

"اور آپ ہنس رہے ہیں... یعنی آپ نے بُرا نہیں مانا۔" آصف نے حیران ہو کر کہا۔

"میں اور جمشید کی بات کا بُرا مانوں گا... گھاس تو نہیں کھا گئے۔" خان رحمان نے اسے گھورا۔

"جی نہیں... بالکل نہیں کھائی۔"

"کیا نہیں کھائی۔" پروفیسر داؤد چونک کر بولے... حالانکہ دونوں

پروفیسر صاحبان اپنے کام میں مشغول تھے۔

’’گھاس۔‘‘

’’اوہ اچھا۔‘‘ انہوں نے فوراً کہا۔

عین اسی لمحے انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی... اس بار ان کے چہرے پر خوشی پھیل گئی... انہوں نے موبائل آن کیا اور جلدی سے کان سے لگا لیا، پھر دوسری طرف کی آواز سن کر بولے:

’’نو تین پانچ... اسکواڈ۔‘‘

یہ کہتے ہی انہوں نے موبائل بند کر دیا... ایسے میں پروفیسر داؤد کے منہ سے نکلا:

’’اوہو... تو یہ بات ہے۔‘‘

☆☆☆☆☆

دھوکے کا حساب

وہ سب ان کی طرف مڑے... فرزانہ نے فوراً کہا:

’’اللہ اپنا رحم فرمائے... کیا خفیہ ہی خفیہ باتیں ہو رہی ہیں... آخر ہمیں ان باتوں میں کیوں شامل نہیں کیا جا رہا۔‘‘

’’جب تک خفیہ آدمی یہاں نہیں آ جاتے، اس وقت تک میں کچھ نہیں بتا سکتا... اور پروفیسر صاحب... آپ بتائیں... آپ نے کیا بات معلوم کی ہے۔‘‘

’’ہم سے جو غلطی ہوئی ہے، اس کا پتا چل گیا ہے... لیکن جمشید... تمہیں دیر سے خیال آیا... یہ خیال بہت پہلے آ جانا چاہیے تھا... کیونکہ...‘‘

عین اس لمحے دروازے پر دستک ہوئی... عدنان بومی نے جلدی سے کہا:

’’میں دیکھتا ہوں۔‘‘

"نہیں... دروازے پر میں جاؤں گا..." انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتے چلے گئے۔

"کیا یہ آپ ہیں۔" انہوں نے دروازے کے قریب منہ رکھ کر کہا۔

"ہاں!" باہر سے آواز آئی۔

انہوں نے دروازہ کھول دیا... فوراً ایک شخص اندر آ گیا۔ انہوں نے دروازہ بند کر لیا اور اسے ساتھ لے کر اندر آ گئے... سب کی حیرت زدہ نظریں اجنبی پر جم گئیں۔صرف انسپکٹر جمشید کی آنکھوں میں حیرت نہیں تھی... لیکن انسپکٹر جمشید پروفیسر داؤد کی طرف دیکھ کر بولے:

"پہلے تو آپ بتائیں... آپ کیا کہنے جا رہے تھے اس وقت۔"

"یہ کہ جو غلطی ہو چکی ہے... اس کی وجہ سے ہم یہاں بھی محفوظ نہیں ہیں۔"

"نن نہیں۔" مارے خوف کے ان کے منہ سے نکلا۔

عین اسی لمحے دروازے کی گھنٹی بجائی گئی... انسپکٹر جمشید اور وہ اجنبی بہت زور سے اچھلے... ان کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا۔

"اب... مسٹر عدنان... اب؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تہ خانہ... آیئے۔"

"لیکن اگر انہوں نے تہ خانہ کا بھی سراغ لگا لیا... تب...؟"

"پھر؟"

"آپ صرف انہیں تہ خانے میں چھوڑ آئیں... اور انسپکٹر کامران مرزا آپ ان کے ساتھ چلے جائیں۔"

انہوں نے سر ہلا دیا اور انسپکٹر کامران مرزا اجنبی کو لے کر عدنان بوبی کے ساتھ چلے گئے۔ اب انسپکٹر جمشید ان کی طرف مڑے:

"خطرہ سر پر آ گیا... ہمیں اس خطرے کا مقابلہ کرنا ہوگا۔"

"اللہ مالک ہے... آپ فکر نہ کریں۔"

"اچھا تو میں دروازہ کھولنے جا رہا ہوں... آپ لوگ پرسکون بیٹھے رہیں... ادھر ادھر چھپنے یا پوزیشن لینے کی کوشش نہ کریں... ہمیں یہ ظاہر کرنا ہے... جیسے ہم خود کو یہاں بالکل محفوظ خیال کر رہے تھے... اور ہم بس اتنے ہی افراد ہیں... تہ خانے میں جو دو آدمی گئے ہیں... ان کا کوئی ذکر نہیں آنا چاہیے... عدنان بوبی ابھی واپس آ جائیں گے۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید ایک بار پھر دروازے پر پہنچ گئے... ایسے میں دستک پھر دی گئی:

"کون صاحب؟"

"اس مرتبہ ہم سرکاری اہلکاروں کے ساتھ آئے ہیں... اب آپ کی کوئی چکر بازی نہیں چلے گی اور آپ لوگوں کو پروفیسر ولاسکی کو اور ان کی دونوں ایجاد کردہ چیزوں کو ہمارے حوالے کرنا ہی پڑے گا..."

"پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں، پروفیسر ولاسکی کو ہم پہلے ہی آپ کے حوالے کر چکے ہیں... اوردوسرے آپ ان کی ایجاد کردہ نوٹ بک اور ٹارچ کو بھی لے جا چکے ہیں..." انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"آپ پہلے دروازہ کھولیں..."

"آخر کیوں... آپ کون ہیں۔"

"آفیسر آپ بتائیں... ہم کون ہیں اور یہاں کس لیے آئے ہیں۔"

"سنیے انسپکٹر جمشید... ہم لوگ صدر صاحب کی ہدایات پر یہاں آئے ہیں، ان کا تحریری حکم ہمارے پاس ہے۔"

"آپ کی تعریف۔"

"میں صدر کا مشیر ہوں... ابراہیم ناز میرا نام ہے... آپ جانتے ہی ہوں گے۔"

"میں جانتا ہوں صدر صاحب کے ایک مشیر کا نام ابراہیم ناز ہے... لیکن میں ان کی آواز نہیں پہچانتا... اس لیے میں دروازہ کیسے

کھول دوں جب کہ ہم شدید خطرے میں ہیں۔"

"میں دروازے کے نیچے صدر صاحب کا حکم سرکا رہا ہوں... آپ اسے پڑھ لیں... اگر اس کو پڑھنے کے بعد بھی آپ نے دروازہ نہ کھولا تو پھر ہم فورس ساتھ لے کر آئے ہیں... اس کے ذریعے دروازہ کھلوائیں گے۔"

"اس کی ضرورت نہیں... میں دروازہ کھول رہا ہوں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے دروازہ کھول دیا... کیونکہ اس وقت تک عدنان بومی ان دونوں کو تہہ خانے میں پہنچا کر واپس آ چکے تھے... دروازہ کھلنے پر انہوں نے دیکھا کہ صدر کے مشیر کے ساتھ وہی لوگ کھڑے تھے... جن کے حوالے اس سے پہلے وہ پروفیسر ولاسکی کو اور نوٹ بک اور ٹارچ کو حوالے کر چکے تھے:

"آپ تو وہی لوگ ہیں... پروفیسر ولاسکی کو ہم پہلے ہی آپ کے حوالے کر چکے ہیں اور نوٹ بک اور ٹارچ کو بھی۔"

"آپ اندر تو چلیں۔" ان میں سے ایک نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"آیئے آیئے۔" انہوں نے خوش دلی سے کہا۔

"پہلے تو یہ بتائیں... اگر آپ پروفیسر صاحب کو نوٹ بک کو اور

ٹارچ کو بھی ہمارے حوالے کر دیا تھا تو پھر چھپتے کیوں پھر رہے تھے ۔"

انسپکٹر جمشید اس کا سوال سن کر مسکرائے ... پھر بولے:

" اس سے پہلے کہ میں آپ کی بات کا جواب دوں ... میں جاننا چاہتا ہوں ... آپ کون ہیں ... آپ کا نام کیا ہے ۔"

" میرا نام ڈاکٹر یارڈلے ہے ۔"

" غلط ... بالکل غلط ... آپ ڈاکٹر یارڈلے نہیں ہیں ... وہ ہم سے ملاقات کر چکے ہیں ۔" شوکی بول اٹھا ۔

"میں اس وقت میک اپ میں تھا ... یہ میرا اصل چہرہ ہے ... کیا تم میری آواز نہیں سن رہے ۔"

" اوہ ہاں! آواز تو وہی ہے ... خیر ... ہم مان لیتے ہیں کہ آپ ڈاکٹر یارڈلے ہیں۔"

"بس تو پھر پروفیسر ولاسکی کو ہمارے حوالے کر دیں ... اور دونوں چیزیں بھی ۔" ڈاکٹر یارڈلے نے کہا ۔

" وہ ... ہم آپ کے حوالے پہلے ہی کر چکے ہیں ۔"

" جی نہیں ۔" ڈاکٹر یارڈلے جھلّا اٹھا۔

" آپ نے کیا کہا ... جی نہیں ۔"

" ہاں! میں نے یہی کہا ... آپ لوگوں نے نہ پروفیسر ولاسکی کو

ہمارے حوالے کیا تھا اور نہ دونوں چیزوں کو ۔"

" لو اور سنو ۔" شوکی ہنسا ۔

" ہوسکتا ہے ... تم لوگوں کو بھی اس بات کا پتا نہ ہو ... انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کو البتہ اس بات کا ضرور پتا ہے ۔"

ان کے رخ انسپکٹر جمشید کی طرف ہوگئے جیسے پوچھ رہے ہوں ... کیا یہ لوگ صحیح کہہ رہے ہیں ... انسپکٹر جمشید نے ان کی طرف دیکھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی ۔ وہ تو آنے والوں کی طرف دیکھ رہے تھے :

" آپ یہاں کی تلاشی لے سکتے ہیں ۔"

" کوئی ضرورت نہیں ۔" ڈاکٹر یارڈلے نے بُرا سا منہ بنایا ۔

" آپ نے کیا کہا ... کوئی ضرورت نہیں ۔" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

" ہاں! یہی کہا ہے ... ہم جانتے ہیں ... پروفیسر ولاسکی یہیں ہیں اور دونوں چیزیں۔ بھی تم لوگوں نے ہمارے حوالے پروفیسر ولاسکی کو نہیں کیا تھا ... ان کے میک اپ میں کسی اور کو کیا تھا ۔"

" کیا مطلب ؟" انسپکٹر جمشید کے علاوہ سب کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا ۔

" اور کیا کہنا چاہتے ہیں آپ ... ایک ہی بار کہہ ڈالیں ۔"

انسپکٹر جمشید کی آواز حد درجے پر سکون تھی ۔

’’ یہ کہ جو نوٹ بک ہمیں دی گئی ... وہ اصل نہیں تھی ۔‘‘

’’ کیا !!!‘‘ سب لوگ ایک بار پھر چلّائے ۔

’’ اور نہ ہی ٹارچ اصلی تھی ... مطلب یہ کہ تم لوگوں نے ہمیں دھوکا دیا تھا...اب ہم اس دھوکے کا حساب لینے کے لیے آئے ہیں ۔‘‘

’’ جج... جی ... کیا لینے کے لیے آئے ہیں ۔‘‘ فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا ۔

’’ دھوکے کا حساب ۔‘‘ ڈاکٹر یارڈلے نے جل بھن کر کہا ۔

’’ لیکن ... یہ...یہ تو کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے ۔‘‘

’’ دھت تیرے کی ... بلکہ توبہ ہے تم سے ...ان حالات میں بھی ان صاحب کو ناولوں کے ناموں کی سوجھ رہی ہے ۔‘‘

’’بھئی ادھر ادھر کی نہ ہانکوں ... اس وقت بہت زیادہ سخت صورتحال ہے ۔‘‘

’’ اوہ ہاں ! اس بات کا تو خیال ہی نہیں رہا ... خیر... اب خیال کیے لیتے ہیں ۔‘‘ فاروق نے فوراً کہا ۔

’’ ہاں تو آپ کس چیز کا حساب لینے کے لیے آئے ہیں ۔‘‘

’’ دھوکے کا حساب ۔‘‘

’’ پہلے تو ذرا اس کی وضاحت ہو جائے کہ ہم نے آپ کو دھوکا کیسے دیا ہے ۔‘‘

’’ ہم صدر صاحب کا حکم لے کر آئے تھے کہ پروفیسر ولاسکی کو ہمارے حوالے کر دیں ... کیونکہ وہ ہمارے ملک کا مجرم ہے ... آپ نے جس شخص کو ہمارے حوالے کیا ، وہ پروفیسر ولاسکی نہیں تھا ۔‘‘

’’ کیا !!!‘‘ ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا ۔

’’یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ... ہم سب نے آنکھوں سے دیکھتے ہوئے پروفیسر ولاسکی کو آپ کے حوالے کیا تھا ۔‘‘ پروفیسر داؤد بولے۔

’’ آپ اپنے انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھیں ... ان کا چہرہ کیا کہہ رہا ہے ۔‘‘

وہ انسپکٹر جمشید کی طرف گھوم گئے ... وہاں ایک پراسرار مسکراہٹ ناچ رہی تھی :

’’ کیا یہی بات ہے جمشید ۔‘‘ پروفیسر داؤد بولے ۔

’’ ہاں! یہی بات ہے ... لیکن ایسا کرنا ہماری مجبوری تھی ... اس وقت تک ہم نے پروفیسر ولاسکی کی کہانی نہیں سنی تھی ...ہمیں معلوم نہیں تھا کہ جو کہہ رہے ہیں، وہ سچ ہے یا نہیں ... لیکن حکم صدر صاحب کا تھا ... اس لیے ہم نے نقلی پروفیسر ولاسکی کو ان کے ساتھ بھیج دیا ۔‘‘

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"جنہیں آپ نے بھیجا... وہ کون تھے۔"

"انسپکٹر کامران مرزا۔"

"کیا!!!" وہ چلا اٹھے۔

"بالکل یہی بات ہے..." ڈاکٹر یارڈلے نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا۔

"لیکن ابا جان! یہ لوگ تو وہ دونوں چیزیں بھی لے گئے تھے... پھر آپ نے وہ کیوں ان کے حوالے کی تھیں۔"

"وہ بھی نقلی تھیں۔" ڈاکٹر یارڈلے نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اوہ... اوہ۔" وہ بول اٹھے۔

"لہٰذا اب پروفیسر ولاسکی کو اور ان دونوں چیزوں کو ہمارے حوالے کیا جائے... کیونکہ یہ آپ کے صدر صاحب کا حکم ہے۔"

"تو پھر ہم صدر صاحب کی موجودگی میں ایسا کریں گے۔"

اب انسپکٹر جمشید نے صدر صاحب کو فون کیا... سلسلہ ملنے پر انہوں نے کہا:

"سر! معاملہ ہم آپ کی موجودگی میں ختم کرنا چاہتے ہیں... لہٰذا

آپ یہاں تشریف لے آئیں۔"

"ایسی کی بات ہے جمشید... برٹائن کے وزیراعظم اور انشارجہ کے صدر بار بار فون کر رہے ہیں اور وہ اس معاملے میں ذرا بھی دیر برداشت نہیں کر رہے... بلکہ ان لوگوں کو لینے کے لیے انشارجہ کا طیارہ تک ایئر پورٹ پر تیار کھڑا ہے۔"

"اوہو اچھا... گویا پروفیسر ولاسکی کو لے جانے کی تمام تیاریاں مکمل ہیں۔"

"ہاں جمشید... اور یہ کام ہمیں کرنا ہی ہوگا۔"

"آپ تشریف لے آئیں... ساری بات آپ کے سامنے ہوگی۔"

"اچھی بات ہے... میں آجاتا ہوں۔"

اور پھر آدھ گھنٹے بعد صدر بھی وہاں موجود تھے... اطمینان سے بیٹھ جانے کے بعد صدر صاحب نے کہا:

"ہاں جمشید... اب بات شروع کرو... کیونکہ انشارجہ کے صدر کا فون ایک بار پھر آچکا ہے... وہ ناراض ہو رہے ہیں کہ آخر پروفیسر ولاسکی کو ان کی طرف روانہ کرنے میں اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے۔"

"پہلے ہم پروفیسر ولاسکی سے بات کریں گے سر... آخر وہ کیا کہتے ہیں۔"

"اس سے پہلے میں ایک وضاحت کروں گا۔" صدر بولے۔

"آپ کا مطلب ہے ... پروفیسر ولاسکی سے بات کرنے سے پہلے؟" انسپکٹر جمشید نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں جمشید۔"

"اچھی بات ہے سر ... آپ فرمائیں۔"

"ایسے نہیں ... پروفیسر ولاسکی کو بھی یہاں موجود ہونا چاہیے۔"

"دیکھ لیں سر۔" انسپکٹر جمشید نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"دیکھ لیں سر ... کیا دیکھ لوں؟"

"ہم ان کی کہانی انہیں یہاں بلائے بغیر بھی سن سکتے ہیں ... اور وہ یہاں ہونے والی بات چیت سنیں گے۔"

"آخر انہیں یہاں بلانے میں کیا خوف ہے آپ کو۔" ڈاکٹر یارڈلے نے بھنا کر کہا۔

"ہم چاہتے ہیں ... پہلے پروفیسر ولاسکی کی کہانی سن لی جائے ... اور پھر فیصلہ کیا جائے کہ انہیں آپ کے حوالے کرنا ہے یا نہیں۔"

"یہ تو خیر نہیں ہوگا۔" ڈاکٹر یارڈلے نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا نہیں ہوگا۔"

"پروفیسر ولاسکی کو اور ان دونوں چیزوں کو لازمی طور پر ہمارے

حوالے کرنا ہوگا، چاہے پروفیسر ولاسکی کی کہانی کچھ بھی ہو ... وہ سنی جائے یا نہیں ... انہیں بہرحال ہمارے ساتھ بھیجنا ہے۔ کیوں صدر صاحب ... آپ اس بات کے پابند ہیں یا نہیں۔"

"ہاں ڈاکٹر یارڈلے ... ہم پابند ہیں۔"

"کیا ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر۔" انسپکٹر جمشید چلا اٹھے۔

"ایک معاہدے کی رو سے ہم مجبور ہیں جمشید ... اسی لیے میں کہہ چکا ہوں... انہیں بلا لو ... جلدی سے ان کی کہانی سن لو ... کیونکہ انہیں جانا ہوگا..."

"چاہے ... ان کی کہانی کچھ ہو ... چاہے ملک کو کتنا بڑا نقصان پہنچنے کا امکان کیوں نہ ہو۔"

"ہاں! یہی بات ہے ... میں مجبور ہوں... معاہدے کے ہاتھوں اور یہ معاہدہ آج کا نہیں ... سابق صدر کے زمانے کا ہے ...اور ملک اس پر عمل کرنے پر مجبور ہے۔"

"اچھی بات ہے سر... میں انہیں بلا لیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے اپنے موبائل پر انسپکٹر کامران مرزا کے نمبر ڈائل کیے اور پھر بولے:

"آپ انہیں اوپر لے آئیں ... اور دونوں چیزیں بھی لے

آئیں۔"

"لیکن وہ اصل ہوں... پہلے کی طرح نقلی نہ ہوں... ورنہ انشارجہ پھر کوئی قدم اٹھا سکتا ہے۔" ڈاکٹر یارڈلے نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" صدر بولے۔

اسی وقت انسپکٹر کامران مرزا اور پروفیسر ولاسکی کمرے میں داخل ہوتے نظر آئے:

"پروفیسر ولاسکی صاحب... ہم انشارجہ سے ہونے والے ایک معاہدے کے تحت آپ کو ان کے حوالے کرنے پر مجبور ہیں... اور آپ کی دونوں چیزیں بھی ہم نہیں رکھ سکتے... لیکن اس سے پہلے ہم آپ کی کہانی سننا چاہتے ہیں۔"

"جی نہیں؟" ڈاکٹر یارڈلے کی تیز آواز گونجی۔

"کیا مطلب؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

☆☆☆☆☆

ایک بار پھر کہتا ہوں

انہوں نے حیران ہو کر ڈاکٹر یارڈلے کی طرف دیکھا:

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ڈاکٹر یارڈلے۔"

"یہی کہ آپ ان کی کہانی سنے بغیر انہیں ہمارے حوالے کر دیں۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

"کیوں... کیوں نہیں ہوسکتا... ان کا تعلق ہمارے ملک سے ہے... یہ ہمارے ملک کے سائنسدان ہیں... ہمارے ملک نے انہیں سائنس دان بنانے پر بہت کچھ خرچ کیا ہے... یہ ہیں بھی سرکاری ملازم... اب یہ وہاں جو چیز ایجاد کریں گے... وہ ظاہر ہے، ملک کی چیز ہو گی... نہ کہ ان کی ذاتی... اس لیے آپ انہیں ان کی کہانی سننے سے پہلے ہمارے حوالے کریں۔"

"یہ نہیں ہوسکتا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں آپ سے نہیں... صدر صاحب سے بات کر رہا ہوں۔"

ڈاکٹر یارڈلے نے جھلا کر کہا۔

انسپکٹر جمشید نے صدر صاحب کی طرف دیکھا:

'' انسپکٹر جمشید ٹھیک کہہ رہے ہیں ... آخر کہانی سن لینے میں کیا حرج ہے... یا پھر پروفیسر ولاسکی سے پوچھ لیتے ہیں ، وہ کیا چاہتے ہیں... کہانی سنائے بغیر جانا چاہتے ہیں ... یا کہانی سنا کر۔''

'' میں کہانی سنا کر بھی جانا نہیں چاہتا۔'' وہ فوراً بولے۔

'' تب پھر اس بارے میں فیصلہ اوپر سے لے لیتے ہیں۔'' ڈاکٹر یارڈلے بولا۔

'' اوپر سے ...؟'' انسپکٹر جمشید نے سوالیہ انداز میں کہا۔

'' ہاں! ایک منٹ۔''

اب اس نے فون پر کسی کے نمبر ملائے... اور پھر موبائل صدر صاحب کی طرف بڑھا دیا ...انہوں نے موبائل کان سے لگایا تو انشارجہ کا سفیر بات کر رہا تھا... وہ کہہ رہا تھا:

'' صدر صاحب ...آپ پروفیسر ولاسکی کو فوراً انشارجہ روانہ کر دیں...ان سے سوالات وغیرہ بالکل نہ کریں ...ورنہ حالات کی ذمے داری آپ پر ہوگی۔'' یہ کہہ کر فون بند کر دیا گیا۔

'' دوسری طرف انشارجہ کے سفیر تھے... انہوں نے کہا ہے کہ

پروفیسر صاحب کو فوراً انشارجہ روانہ کر دیا جائے اور ان سے سوالات بھی نہ پوچھیں جائیں۔''

'' تب پھر ... آپ کیا کہتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

'' تم بتاؤ ... جمشید ...''

'' میں پہلے کہانی سننا چاہتا ہوں ... اس کے بغیر انہیں واپس نہیں کیا جاسکتا۔''

''صدر صاحب ... ملک کے صدر آپ ہیں یا انسپکٹر جمشید۔''

'' آپ ذرا خاموش رہیں۔'' صدر صاحب نے بُرا سا منہ بنایا، پھر پروفیسر ولاسکی سے بولے:

'' آپ اپنی کہانی شروع کریں۔''

''بہت خوب!'' انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔

'' بہت بُرا... بلکہ بُرے سے زیادہ بُرا۔'' ڈاکٹر یارڈلے بولے۔

'' آپ انشارجہ کے ہیں نا ... اس لیے کہہ رہے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

'' ہاں! میں انشارجہ کا ہوں اور مجھے اس پر فخر ہے۔''

'' آپ انشارجہ میں پیدا ہوئے تھے؟'' انہوں نے پوچھا۔

'' ہاں بالکل۔ لیکن یہ وقت ان باتوں کا نہیں ... آپ پروفیسر

ولاسکی کے بارے میں بات کریں۔"

" ایک منٹ! ہم انہی کے بارے میں بات کریں گے... انشارجہ میں آپ کا عہدہ کیا ہے۔"

" آپ کو اس سے کیا... آپ اپنے کام سے کام رکھیں۔"

" کام سے کام ہی رکھ رہا ہوں... میں آپ کی آواز کہیں سن چکا ہوں...اگر آپ بتا دیں کہ آپ کون ہیں تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔"

" کیا مطلب... آپ میری آواز اور کہیں سن چکے ہیں۔" ڈاکٹر یارڈلے نے حیران ہوکر کہا۔

"یہی بات ہے... اور میں غور کر رہا ہوں... امید ہے، یاد آجائے گا... کہنے کا مطلب یہ کہ آپ ہمیں پروفیسر ولاسکی کی کہانی سن لینے دیں، اس کے بعد اگر ہم نے محسوس کیا کہ انہیں آپ کے حوالے کرنے میں ہم حق بجانب ہوں گے تو انہیں آپ کے حوالے کر دیں گے اور اگر ہم نے محسوس کیا کہ انہیں آپ کے حوالے کرنا درست نہیں ہوگا تو نہیں کریں گے۔"

" یہ...یہ میں نے کیا سنا ہے... صاحب صدر آپ نے سنا۔" وہ ان کی طرف الٹ پڑا۔

" ہاں! میں نے بھی وہی سنا ہے جو آپ نے سنا ہے۔"

" تو کیا آپ بھی یہی کہتے ہیں۔" اس نے بھنا کر کہا۔

" مجبوری ہے۔"

" مجبوری ہے... کیا مطلب؟"

" میں بھی یہی کہتا ہوں... جو انسپکٹر جمشید نے کہا ہے۔"

" اوہ اچھا... خیر... اب جو ہوگا اس کی ذمے داری آپ پر ہو گی۔"

" ٹھیک ہے... پروفیسر صاحب! آپ اپنی کہانی سنائیں۔"

" بہت بہتر!" پروفیسر ولاسکی نے کہا...پھر وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور گویا ہوئے:

" یہ ٹھیک ہے... میں انشارجہ میں پیدا ہوا، وہیں پلا بڑھا... تعلیم وہیں حاصل کی... میں ایک سائنسدان ہوں... اپنے تجربات کے ساتھ ساتھ تاریخ کا مطالعہ بھی کرتا رہا...دونوں کام ایک ساتھ آگے بڑھ رہے تھے... لیکن انسانی مساوات اور قوموں کی برابری سے متعلق میرے نظریات سے کوئی بھی واقف نہیں تھا... ادھر میں ایک خاص تجربہ کر رہا تھا... میں ایک ایجاد کے چکر میں تھا... اور آخر میں اس میں کامیاب ہو گیا...میں نے سوچا اگر یہ ایجاد میں نے انشارجہ یا

برٹائن میں رہتے ہوئے تیار کی تو اس سے یہ ممالک کمزور قوموں کیلئے مزید خطرات کھڑے کر دیں گے ... اس لئے میں خاموشی سے یہاں چلا آیا اور یہاں کی شہریت حاصل کرلی... تاہم میری یہ ایجاد ابھی ابتدائی مرحلے میں ہے ... اس میں کچھ خامیاں بھی ہیں اور کمزوریاں بھی... لیکن ہم انشاء اللہ ان خامیوں کو دور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے ...اور پھر جو ہم اس ایجاد سے فائدہ اٹھائیں گے ... اس کے بارے میں آپ اندازہ نہیں لگا سکتے..."

"آخر وہ ایجاد ہے کیا ۔"

"وہ نوٹ بک اور ٹارچ کہاں ہیں ۔"

"ہمارے پاس محفوظ ہیں ۔"

"اگر خطرہ نہ ہو تو وہ ذرا دیر کے لیے مجھے دے دیں ...میں ایجاد کی ایک جھلک دیتا ہوں"

"جج... جی .. کیا کہا آپ نے... ایجاد کی ایک جھلک ؟" فاروق نے بوکھلا کر کہا ۔

"کک... کیوں... کیا ہوا ؟" وہ بوکھلا اٹھے ۔

"مم... میرا مطلب ہے ... یہ تو کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے ۔"

"کیا حرکت تھی یہ ... ڈرا ہی دیا ۔" محمود جھلا اٹھا ۔

"کامران مرزا... پروفیسر ولاسکی کو دونوں چیزیں دے دیں ۔"

"لیکن ..." انسپکٹر کامران مرزا بولے ۔

"لیکن کیا ؟"

"لیکن ... کیا یہ ضروری ہے کہ ہم ڈاکٹر یارڈلے کی موجودگی میں ایجاد کو دیکھیں ۔"

"نہیں... یہ ضروری نہیں ۔" صدر جلدی سے بولے ۔

"بس تو پھر ... جب ضروری نہیں تو پہلے ڈاکٹر یارڈلے کو فارغ کر دیں ۔" انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی سے کہا ۔

"اوہ ہاں... یہی مناسب رہے گا ۔"

"اچھی بات ہے ...سر آپ کو ہم تھوڑی دیر کے لیے عمارت کے دوسرے حصے میں بٹھا دیتے ہیں ... آپ محسوس تو نہیں کریں گے ۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے ۔

"یہ آپ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں... میں آپ کو بتا چکا ہوں... کہ آپ ان کی ایجاد کو نہیں دیکھ سکتے ... اسی حالت میں آپ انہیں میرے ساتھ بھیج دیں اور وہ دونوں چیزیں بھی ..."

"اب صدر صاحب یہیں موجود ہیں... اور انہوں نے یہی حکم دیا ہے کہ ان کا جائزہ لیا جائے ۔"

" انشارجہ کی حکومت اسے پسند نہیں کرے گی ۔"

" پہلے ہمیں یہ بات معلوم نہیں تھی کہ پروفیسر ولاسکی قوموں کی برابری کے حامی ہیں... اب یہ ہمارے بھائی ہیں ، ہمارے ساتھی ہیں...اور یہاں کی شہریت رکھتے ہیں... یہاں آنے کے بعد انہوں نے پہلا کام یہی کیا تھا کہ یہاں کی شہریت حاصل کر لی تھی ... لہٰذا اب انشارجہ یہ درخواست نہیں کرسکتا کہ انہیں واپس کردیا جائے ... جب کہ ان پر کوئی جرم بھی ثابت نہیں ہورہا ہے اور یہاں ایک عام آدمی کی حیثیت سے خاموشی سے اپنے تجربے کرتے رہے ہیں اب انہیں یہ بات معلوم نہیں تھی کہ انشارجہ نے اپنے آدمی خفیہ طور پر ان کے پیچھے لگائے ہوئے ہیں ... انہوں نے انجانے میں انہی لوگوں کو گھر پر ملازم رکھ لیا ... اس طرح انہوں نے انہیں نوٹ بک اور ٹارچ خفیہ طور پر بھیجتے ہوئے دیکھ لیا...ان حالات میں ہم انہیں انشارجہ کے حوالے نہیں کرسکتے ... لہٰذا آپ فی الحال عمارت کے دوسرے حصے میں تشریف رکھیں...میں اپنے ماتحتوں کو بلاتا ہوں ۔"

" اس سے بہتر یہ ہے کہ میں یہاں سے رخصت ہوجاتا ہوں... انشارجہ کی حکومت کو خبردار کردوں کہ آپ لوگوں نے ان کا مطالبہ ماننے سے صاف انکار کر دیا ہے ...پھر انشارجہ جانے آپ جانیں۔"

" نہیں! آپ ذرا دیر ٹھہریں... ہم ان کی کہانی سن لیں... میرا مطلب ہے ، کہانی تو ہم سن چکے ہیں... ایجاد کے بارے میں جان لیں...پھر ہم اپنا فیصلہ آپ کو سنا دیں گے ۔"

" نہیں بس ... اب میں جاؤں گا ۔" یہ کہہ کر ڈاکٹر یارڈ لے اٹھ کھڑا ہوا ۔

" ہماری درخواست ہے ... آپ ابھی ٹھہریں ۔" انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا ۔

" ہرگز نہیں ۔" اس کا لہجہ سخت ہوگیا ۔

" میں ایک بار پھر کہتا ہوں ۔"

" نہیں نہیں نہیں ۔" اس نے سر کو زور دار انداز میں جھٹکا مارا۔

" تب پھر ... ہماری بھی بات سن لیں... ہم آپ کو اس طرح جانے کی اجازت نہیں دے سکتے ۔"

" کیا !!! " وہ چلّا اٹھا۔

" ہاں ... یہی بات ہے۔"

" آپ مجھے روک لیں گے ۔" اس نے آنکھیں نکالیں۔

" یہ ہماری مجبوری ہے ۔"

" اچھی بات ہے ... میں جارہا ہوں... آپ روک سکتے ہیں تو

روک لیں۔"

"مسٹر ساروکا ... رک جائیں۔"

اسے ایک زبردست جھٹکا لگا ... حیرت زدہ انداز میں وہ ان کی طرف مڑا۔انہوں نے دیکھا... اس کی آنکھوں میں اب زمانے بھر کی حیرت تھی:

☆☆☆☆☆

الٹ پھیر

اب وہ بت بنا کھڑا تھا ...اور وہ سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی اس کی طرف اور کبھی انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھ رہے تھے ...آخر فرزانہ نے سرسراتی آواز منہ سے نکالی:

"یہ ... آپ نے ... کیا... کہا ابا جان۔"

"ہاں! یہ ساردکا ہے ... انشارجہ کا ایک خاص ایجنٹ ...مدت ہوئی ہمارے ملک میں غیر قانونی طور پر داخل ہوا تھا...ایک بار اس کا مجھ سے ٹکراؤ ہو بھی گیا تھا ... لیکن یہ نکل جانے میں کامیاب ہوگیا تھا ... اس وقت اس کی میری دو دو باتیں ہوئی تھی...اس کے بولنے کا انداز ... اس کی آواز اور اس کی جسمانی حرکات اس وقت میرے ذہن میں نقش ہوگئی تھیں...اس روز کے بعد یہ شخص اب ملا ہے ... لیکن اپنے اصل حلیے میں نہیں ... اس موجودہ حلیے میں... یا پھر یہ اس وقت میک اپ میں تھا ... اور یہ اس کا اصل حلیہ ہے ... لیکن بہرحال ... یہ

انشارجہ کا ایجنٹ ضرور ہے ... لیکن ہمارے ملک میں غیر قانونی طور پر داخل ہوا ہے... لہٰذا ہم اسے گرفتار کر کے جیل بھیج دینے کا حق رکھتے ہیں ... اوراس معاملے میں انشارجہ کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ... رہ گئے ... پروفیسر ولاسکی ... وہ پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ یہاں کی شہریت ان کے پاس ہے ... لہٰذا انشارجہ انہیں حاصل کرنے کے لیے جو دباؤ ڈال رہا ہے ، وہ بالکل غیر قانونی ہے ... ہم اس کا یہ مطالبہ نہیں مان سکتے... پروفیسر صاحب کی ایجاد پر ہمارا پورا پورا حق ہے ... اور بھئی ... اکرام اب اندر آکر ذرا اپنے مہمان کو لے جاؤ۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی ایک ہولناک دھماکا ہوا ... اور ان سب کے ذہن تاریکی میں ڈوبتے چلے گئے :

انہیں ہوش آیا تو سب ہسپتال میں تھے :

'' یا اللہ رحم ... تو وہ ایک بار پھر وار کر گئے اور اور اس بار تو صاحب صدر بھی ہمارے ساتھ ہیں ... اُف توبہ... صدر صاحب ... آپ آپ کہاں ہیں ۔''

جواب میں انہیں صدر صاحب کی آواز سنائی نہ دی تو وہ پریشان ہو گئے ۔ انہوں نے ادھر ادھر دیکھا... لیکن وہاں صدر نہیں تھے... پھر ہسپتال کے ہال میں آئی جی ... ڈی آئی جی ... وغیرہ اندر داخل ہوا :

'' کیا حال ہے بھئی ۔'' انہوں نے اداس انداز میں کہا ۔

'' اللہ کا شکر ہے ... '' آپ خبر سنائیں ۔''

'' ہم سب سے ایک بار پھر غلطی ہو گئی ... جب اس خفیہ ٹھکانے تک بھی ڈاکٹر یار ڈلے پہنچ گیا تھا... تو ہم نے اسے کیوں محفوظ خیال کر لیا ... پہلے حفاظتی انتظامات کیوں نہ کیے ... اور جگہ کیوں نہ تبدیل کی ۔''

'' آپ ٹھیک کہتے ہیں... ہم سے واقعی غلطی ہوئی... لیکن آپ ہمیں صرف یہ بتائیں... صدر صاحب کہاں ہیں اور ہمارے ساتھ تو ڈاکٹر یار ڈلے بھی تھا ...اس کا کیا بنا ... پروفیسر ولاسکی اور دونوں چیزیں کہاں ہیں ۔''

'' آپ لوگ محفوظ ہیں... وہ بم صرف دھوئیں کا تھا ... یعنی آپ سب مکمل طور پر بے ہوش ہو گئے تھے...وہ لوگ پروفیسر ولاسکی کو لے گئے ... اور دونوں چیزیں بھی لے گئے ۔''

'' اوہ ... اوہ ۔'' ان کے منہ سے نکلا ۔

بہت دیر تک وہ خالی خالی نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے ... آخر جب اٹھنے بیٹھنے کے قابل ہو گئے تو دوسرے کمرے میں چلے آئے... صدر صاحب ہوش میں تھے... ان سب کو دیکھ کر اداس

انداز میں مسکرائے:

"ایسا بھی ہوتا ہے سر... لیکن آپ فکر نہ کریں۔"

"اب کیا رہ گیا ہے جمشید..." صدر صاحب بولے۔

"اللہ کی مہربانی سے ہم سب صحیح سلامت ہیں۔"

"یہ ٹھیک ہے... لیکن وہ لوگ پروفیسر ولاسکی کو لے گئے... اور دونوں چیزوں کو بھی لے گئے۔"

"ہاں! بے شک لے گئے... لیکن..." انسپکٹر کامران مرزا کی آواز گونجی۔

"لیکن کیا انکل۔"

"لیکن وہ ملک سے باہر نہیں جا سکیں گے... ہیں وہ ملک میں ہی... کیونکہ جونہی یہ معاملہ سامنے آیا تھا... میں نے فضائی، بحری اور بری راستوں سے فرار ناممکن بنا دیا تھا... ان لوگوں کو چوکس اس وقت کیا گیا تھا... جب پروفیسر ولاسکی ہم تک پہنچ گئے تھے..."

"لیکن انکل... آپ بھول رہے ہیں..." فرحت مسکرائی۔

"یہ اچھی بات ہے کہ مجھے یاد کرانے والے موجود ہیں... ہاں تو فرحت میں کیا بھول رہا ہوں۔"

"آپ فضائی راستہ تو ان کے لیے بند کرا سکتے ہیں... بری راستہ

بھی بند کرا دیں گے... لیکن بحری راستہ بند کرانا ممکن نہیں ہے... وہ لوگ کسی غیر آباد ساحل سے کسی لانچ کے ذریعے فرار ہو سکتے ہیں۔"

"نہیں... اب وہ یہ بھی نہیں کر سکیں گے... انتظامات مکمل ہیں... تم فکر نہ کرو، اب وہ کریں گے یہ کہ کسی جگہ چھپ جائیں گے... اور انتظار کریں گے کہ ہم کب تک حفاظتی انتظامات ختم کریں گے۔"

"اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے... لیکن اب سوال یہ ہے کہ ہم انہیں تلاش کس طرح کریں گے... کیونکہ پروفیسر ولاسکی تو ان کے قبضے میں ہیں... اور ان سے وہ ایجاد کے بارے میں تمام تر معلومات حاصل کر لیں گے۔"

"وہ ایسا بھی نہیں کر سکیں گے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آخر کیوں... کیوں نہیں کر سکیں گے۔" کئی آوازیں ابھریں۔

"اس لیے کہ فی الحال تو پروفیسر ولاسکی ویسے ہی ہوش میں نہیں ہوں گے... یا ابھی ابھی ہوش میں آئے ہوں گے... جب کہ یہ لوگ... گویا وہ ان سے ایجاد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش اب شروع کریں گے... لیکن..." یہ کہتے ہوئے، وہ ایک بار پھر رک گئے۔

"اب آپ ایک اور لیکن اٹھا لائے... آخر آپ کے پاس ایسے

کتنے لیکن ہیں۔'' آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

'' اسٹاک میں تو نہیں ہیں... ساتھ ساتھ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔''

وہ مسکرائے۔

'' خیر ... اب آپ اس لیکن کی بھی وضاحت کر دیں۔''

'' لیکن وہ ان سے کچھ بھی معلوم نہیں کر سکیں گے اور جو معلوم کریں گے... وہ بھی غلط ہو گا۔''

'' کیا مطلب ... بھلا یہ کیسے ممکن ہے ... آپ ہم سے مذاق کر رہے ہیں۔''

'' پروفیسر صاحب... کیا میں مذاق کر رہا ہوں۔'' وہ ان کی طرف مڑے۔

'' م... مجھے ... مجھے کیا پتا بھائی ... تمہاری تم ہی جانو۔'' وہ گڑبڑا گئے۔

'' ہم بہت زیادہ حیران ہیں ... آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ پروفیسر ولاسکی انہیں کچھ نہیں بتائیں گے... اور اگر بتائیں گے بھی تو غلط بتائیں گے ... یہ بات تو کسی طرح بھی ممکن نہیں لگتی، کیا آپ کے خیال میں وہ اتنے مضبوط ہیں کہ ڈاکٹر یارڈلے ... عرف سارو کا کے مقابلے میں ڈٹے رہیں گے اور ان لوگوں کی سختیاں بھی انہیں زبان کھولنے کے

قابل نہیں رہنے دیں گی۔''

''نہیں ... وہ اس قدر طاقت ور نہیں ہیں۔''

'' بس تو پھر ... آپ کیوں کہہ رہے ہیں کہ وہ انہیں کچھ نہیں بتائیں گے۔''

'' ہم اپنے علم کے مطابق یہ بات کہہ رہے ہیں۔''

''آج آپ عجیب عجیب باتیں کہہ رہے ہیں۔''

'' بھئی بالکل سامنے کی بات ہے... ہم نے پروفیسر ولاسکی اور انسپکٹر کامران مرزا کو تہ خانے میں بھیجا تھا ... وہاں انہوں نے پروفیسر ولاسکی کا صرف حلیہ ہی انسپکٹر کامران مرزا کا نہیں بنایا تھا ... بلکہ ایک اور کام بھی کیا تھا۔''

''اور وہ کیا؟''

'' ہمیں اندازہ تھا کہ انشارجہ کسی نہ کسی طرح پروفیسر ولاسکی کو اڑا لے جائے گا، لہٰذا اس سے پہلے ایک ایسا انتظام کرنا تھا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔''

'' اور تہ خانے میں ایسا علاج کیا گیا۔'' فرزانہ بے تابانہ بولی۔

'' ہاں بالکل کیا گیا۔''

'' تو پھر وہ کیا تھا۔''

'' ایک بہت ہی آسان علاج ۔''

''پہلے تم ذرا غور کرلو... پروفیسر ولاسکی ... اگرچہ انشارجہ سے بھاگ آئے تھے... لیکن یہاں اس کے کارندوں نے ان کا سراغ لگا لیا تھا... انہوں نے ان کے گھر میں ملازمت کر لی تھی ... وہ چاہتے تھے ... پہلے پروفیسر اپنی ایجاد مکمل کر لیں...پھر وہ ان پر قابو پائیں ... غالباً انشارجہ میں پروفیسر ولاسکی کسی سے اپنی ایجاد کا ذکر کر بیٹھے تھے...جب یہ وہاں سے نکل آئے تو اس شخص نے انشارجہ کے ذمے دار لوگوں کو یہ بات بتا دی ...انشارجہ نے ہمارے ملک میں موجود اپنے ایجنٹوں کو ہوشیار کر دیا ... انہوں نے جلد ہی پروفیسر ولاسکی کا سراغ لگا لیا... لیکن انشارجہ کی ان لوگوں کو ہدایت یہ تھی کہ پروفیسر پر خود کو ظاہر نہ کریں...انہیں اپنی ایجاد مکمل کر لینے دیں ... بس ان کے آس پاس رہیں... بلکہ ہر طرح ان کے ساتھ لگیں رہیں... اس غرض کے لیے ان میں سے ایک یا دو نے پروفیسر ولاسکی کے ہاں ملازمت کر لی ... اب یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ جب پروفیسر وہاں سے نکل آئے ، یعنی پیکٹ کوریئر سروس کے ذریعے بھیجے کے بعد تو انشارجہ کے لوگوں نے اس قدر جلد ان کا سراغ کس طرح لگا لیا ... اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے ان کے گھر میں ملازم رہتے ہوئے اس قسم کے انتظامات کیے

تھے ۔ ان کے کپڑے میں ایسے آلات سی دیے تھے کہ وہ جہاں بھی جائیں... انہیں پتا چل جائے... یہی وجہ ہے کہ اس بار پھر وہ انہیں لے جانے میں کامیاب ہو گئے... لیکن اس مرتبہ ہم نے ان کے ساتھ وہی چال چلی ہے، ان کے کپڑوں میں پروفیسر صاحب نے ایسے آلات لگا دیے تھے... کہ ہمیں معلوم ہے... وہ اب کہاں ہیں۔''

'' اوہ اوہ... لیکن ہم نے انہیں خبردار ہونے کا موقع ہی کیوں دیا۔''

'' انشارجہ سے پیچھا چھڑانے کے لیے۔''

'' کیا مطلب ؟''

'' اب انشارجہ ہم سے پروفیسر ولاسکی کا مطالبہ نہیں کرسکتا ... ہم کہہ سکتے ہیں ، انہیں ڈاکٹر یارڈ لے گئے ہیں ۔''

'' لیکن جب آپ انہیں واپس حاصل کرلیں گے ... تو انشارجہ تو پھر ہمارے پیچھے پڑ جائے گا ۔''

'' نہیں... ہم نے دوہری چال چلی ہے ... اب انہیں کوئی اور سارو کا لے اڑے گا ...ہم سامنے نہیں آئیں گے ... لاتعلق رہیں گے ... کیونکہ انشارجہ کی نظریں ہم پر جمی ہیں... ہماری زبردست نگرانی ہو رہی ہے... مطلب یہ کہ اب ہوگا یہ کہ ہم یہاں ہسپتال میں ہوں گے

... اور پروفیسر ولاسکی کو پھر بھی اڑا لیا جائے گا ...اور ان دونوں چیزوں کو بھی ... اس طرح انشارجہ سر پیٹتا رہ جائے گا ۔“

” ایک بات پھر بھی رہ گئی ... آپ نے اس کی وضاحت نہیں کی ... آخر وہ لوگ پروفیسر ولاسکی سے ایجاد کے بارے میں کیوں معلوم نہیں کر سکیں گے ...یا جو کچھ وہ ان سے معلوم کریں گے ... وہ غلط ہوگا ، ان کے کام نہیں آئے گا ۔“

”ہاں! اس کا جواب بھی دے دیتا ہوں...ہم نے سوچا تھا کہ پروفیسر ولاسکی ... ان کی سختی برداشت نہیں کر سکیں گے ... لہٰذا ایجاد کا راز بتا دیں گے ... تو کیوں نہ وہ سختی سے پہلے ہی انہیں بتا دیں ... لیکن اصل بات نہ بتائیں...فرضی بتائیں ۔“

” اور یہ کیسے ممکن تھا ۔“

” ایسے کہ انسپکٹر کامران مرزا نے ان کو ہپناٹائز کر دیا تھا ۔“

” اوہ اوہ ۔“

” اور انہیں ہدایات دی تھیں کہ اصل بات نہ بتائیں ، بلکہ جب وہ پوچھیں تو کسی فرضی ایجاد کے بارے میں بتا دیں ...“

” چلیے یہ بھی ہوا ... اب سوال یہ ہے کہ آپ کے خفیہ کارکن انہیں ان لوگوں سے حاصل کس طرح کریں گے ۔“

” وہ اس کام کے ماہر ہیں ... پروفیسر ولاسکی کو ان لوگوں کے پاس سے نکال لائیں گے ...ہم ہسپتال میں ہوں گے ... صدر صاحب بھی یہیں ہیں... لہٰذا ہم تو یہی کہیں گے ... آپ انہیں تلاش کر لیں اور حاصل کر لیں ۔“

” ایک سوال اور ... اس بار ان آلات کے ذریعے وہ اس جگہ کیوں نہیں پہنچ سکیں گے ۔“

” گاڑی بند ہوگی ...اس میں پہلے ہی دوسرے لباس کا انتظام لیا گیا ہے ، جونہی پروفیسر صاحب کو گاڑی میں سوار کیا جائے گا ... ان کا لباس تبدیل کروا دیا جائے گا ... ادھر وہ لباس تیار کریں گے ... ادھر ان کا اترا ہوا لباس باہر گرا دیا جائے گا ..اس طرح ڈاکٹر یارڈلے یعنی ساروکا کے کارندے اس جگہ تک رہ جائیں گے ...جہاں لباس گرا ہوگا اور اس وقت تک پروفیسر ولاسکی ایک اور محفوظ مقام پر پہنچ چکے ہوں گے ...ہم وہاں فوری طور پر نہیں جائیں گے ... حالات کا جائزہ لینے کے بعد جائیں گے ،یعنی ہوسکتا ہے ہم کئی روز بعد جائیں ... یا آج ہی چلے جائیں ۔“

” ہوں! آپ کی باتیں سن کر اطمینان ہوگیا ... اب اگر بے چینی باقی رہ گئی ہے تو صرف یہ کہ آخر یہ ایجاد ہے کیا ۔“

"ابھی تک ہمیں بھی معلوم نہیں... لیکن ظاہر ہے... وہ کوئی انوکھی ایجاد ہوسکتی ہے... اس کے بارے میں بھی بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔"

عین اسی لمحے ان کے موبائل کی گھنٹی بجی... انہوں نے فوراً سکرین کی طرف دیکھا... خفیہ فورس کے انچارج کا فون تھا:

"ہاں نمبر 1... کیا رپورٹ ہے۔"

"سر... حیرت انگیز... اس قدر حیرت انگیز کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔"

"کیا مطلب... کیا کوئی خطرناک خبر ہے۔"

"میرا خیال ہے... اسے خطرناک ہی کہا جاسکتا ہے۔"

"آخر ہوا کیا۔"

"ہم پروفیسر ولاسکی صاحب کو وہاں سے نکال لائے تھے... بند گاڑی میں بٹھا کر انہیں لے چلے اور انہیں ہدایات دے دیں کہ کپڑے فوراً تبدیل کر لیں۔" انچارج یہاں تک کہہ رک گیا۔

"انہوں نے لباس تبدیل کرلیا... اور ہمیں بتا بھی دیا کہ وہ لباس تبدیل کر چکے ہیں... اب ہم نے پچھلے حصے کا ایک دروازہ تھوڑا سا کھول دیا اور ان سے کہا کہ وہ لباس اس سے باہر گرا دیں... انہوں نے کہا... یہ لیں میں نے گرا دیا... بس ہم نے دروازہ بند کر

دیا..." انچارج یہاں تک کہہ کر خاموش ہوگیا۔

"یہ سب کام تو ہمارے پروگرام کے مطابق ہوگیا... اس میں پریشانی کی کون سی بات ہے۔"

"پریشانی کی بات یہ ہے کہ ہم بند گاڑی کو خفیہ ٹھکانے نمبر ایک پر لے آئے... دروازے باہر سے بند کر دیے... اس کے بعد ہم نے بند گاڑی کو کھولا اور ساتھ ہی میں نے کہا، پروفیسر صاحب! اب آپ باہر آسکتے ہیں... یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے..." انچارج ایک بار پھر خاموش ہوگیا۔

"کیا بات ہے نمبر ایک... آج تو تم میری پوری پوری نقل کر رہے ہو۔" انسپکٹر جمشید ہنس پڑے۔

"اوہ! معاف کیجیے گا سر... لیکن میں ایسا جان بوجھ کر نہیں کررہا... بات ہی ایسی سامنے آئی ہے کہ زبان ساتھ نہیں دے رہی۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے... تم تو مجھے ڈرائے دے رہے ہو۔"

"خیر سر... ڈرنے والے تو آپ نہیں ہیں... مہربانی فرما کر آپ فوراً یہاں آجائیں۔"

"اس طرح آنا بھی تو خطرناک ہوسکتا ہے... جب تک ہم پورا اطمینان نہ کر لیں، اس وقت تک یہاں سے روانہ نہیں ہوسکتے... اب

ہم مزید خطرہ مول نہیں لیں گے۔"

"آپ کی بات ٹھیک ہے ... لیکن میرا خیال ہے کہ آپ کو فوری طور پر آنا پڑے گا... آپ ایسا کریں کہ ... حفاظتی انتظامات کے ساتھ آئیں۔"

"اچھی بات ہے ...ہم آجاتے ہیں... اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

اس کے بعد انہوں نے خوب سوچ سمجھ کر حفاظتی انتظامات کیے اور خفیہ راستے سے حلیے بدل کر نکلے...اس انتظام پر ایک اور انتظام یہ کیا کہ خفیہ کارکن بھی خفیہ انداز میں ان کے آگے پیچھے روانہ ہوئے...اس طرح آخر وہ خفیہ عمارت تک پہنچ گئے... اس کے دروازے بند تھے اور باہر ہر طرف سکون تھا... اور اس کا مطلب یہ تھا کہ اس مرتبہ وہ دشمن سے بچ کر نکل آنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

انہوں نے دستک دی ... اندر سے کوئی جواب نہ ملا... وہ مسکرا دیے ... یہ بھی حفاظتی انتظام تھا ، انہوں نے پھر دستک دی ... کوئی جواب نہ ملا... تیسری بار دستک دی تو اندر سے تین بار ٹھک ٹھک کی گئی ...اب انہوں نے باہر سے تین بار ٹھک ٹھک کی...اس کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا ... انہوں نے اندر داخل ہوتے ہی فوراً دروازہ بند کر

دیا:

"ہر طرح خیریت ہے .." خفیہ فورس کے انچارج نے کہا۔

"اللہ کا شکر ہے... ہمارے اندازے بھی یہی ہیں ... ہمارا کسی نے تعاقب نہیں کیا... اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے یہاں آنے کا ہمارے دشمن کو پتا نہیں چلا ... وہ پیر پٹخ رہا ہوگا ... اب اگر وہ صدر صاحب سے بات بھی کرے گا تو اسے جواب ملے گا ، ہم سب لوگ تو ہسپتال میں تھے... جو وقت آپ پروفیسر ولاسکی کے غائب ہونے کا بتا رہے ہیں... اب پہلے آپ یہ ثابت کردیں کہ پروفیسر ولاسکی ہمارے پاس ہیں ، تب ہم اس سلسلے میں بات کریں گے ... ورنہ نہیں۔"

"بہت خوب!"

اب سب کے چہروں پر اطمینان پھیل گیا ...وہ اندر آگئے... وہاں انہیں کہیں بھی پروفیسر ولاسکی نظر نہ آئے :

"یہ کیا، یہاں تو پروفیسر ولاسکی کہیں بھی نہیں ہیں۔"

"یہی تو بات ہے ... اسی لیے تو آپ کو فوری طور پر بلانا پڑا۔"

خفیہ فورس کے انچارج نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"خیر بتائیں ... کیا بات ہے۔"

ہم نے انشارجہ کی ٹیم کے قبضے سے انہیں چھڑا لیا اور بند

گاڑی میں بٹھا کر ادھر لائے... گاڑی کا دروازہ باہر سے بند کردیا گیا تھا ... اسی حالت میں ہم اس عمارت میں داخل ہوئے... عمارت کے دروازے اندر سے بند کر لیے ...اور اس کے بعد۔'' انچارج کہتے کہتے رک گیا۔

'' اور اس کے بعد کیا ؟''

'' اس کے بعد ہم نے بند گاڑی کا دروازہ کھولا ... لیکن اندر پروفیسر ولاسکی نہیں تھے۔''

'' کیا !!!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا ۔

☆☆☆☆☆

ایجاد

وہ سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے... آخر فرزانہ نے کہا :

'' اگرچہ اس موقعے پر یہ کہا جائے گا کہ یہ کیسے ممکن ہے ... لیکن چونکہ ہم نے یہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ، اس لیے یہ نہیں کہہ سکتے... ممکن تو یہ ہوگیا ہے ... سوال یہ ہے کہ کیسے ؟''

'' سب سے پہلے ہم گاڑی کا جائزہ لیں گے۔'' محمود بولا ۔

'' بالکل ٹھیک ہے۔'' آصف نے کہا ۔

سب گاڑی میں داخل ہوئے... اور اس حصے کو بغور دیکھنے لگے... گاڑی کی دیواروں کے ساتھ گدے دار بنچ فٹ کیے گئے تھے ... گویا پروفیسر ولاسکی کو بنچ پر بٹھایا گیا تھا ... نیچے قالین بچھا تھا... انہوں نے بنچ اور قالین کا غور سے معائنہ کیا ۔ گاڑی کی دیوار کو بھی دیکھا...اس وقت آفتاب نے انچارج سے پوچھا:

"پروفیسر صاحب کو اس طرف بٹھایا گیا تھا یا اس طرف۔"

"اس طرف۔" اس نے اشارے سے بتایا۔

اب ان کی نظریں اس حصے پر جم گئیں... آخر فرزانہ نے اپنی چٹکی میں ایک بال گاڑی کی دیوار سے اٹھایا اور اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولی:

"یہ بال سنہری رنگ کا ہے... اور ہم میں اتنے سنہری بال کسی کے نہیں... یوں بھی ہم نے اس گاڑی میں ان دنوں سفر نہیں کیا... لہٰذا میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ یہ بال پروفیسر ولاسکی کا ہے۔"

"ہمارا خیال بھی یہی ہے۔"

"اور قالین پر بھی کچھ آثار موجود ہیں... اس جگہ سے قالین قدرے دبا ہوا ہے... گویا کسی نے یہاں پیر رکھے ہوئے تھے ...یہاں ایک ہلکی سی خوشبو بھی پھیلی ہوئی ہے... یہ خوشبو پہلے ہی پروفیسر ولاسکی کے کپڑوں سے اٹھتی سونگھ چکے تھے... اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ پروفیسر ولاسکی اس بند گاڑی میں بیٹھے تھے... اور دروازہ آپ لوگوں نے بند کیا تھا... یہ دروازہ یہاں آ کر ہی کھولا گیا... اس بند حصے سے نکلنے کا اس دروازے کے علاوہ کوئی اور دروازہ نہیں ہے... گویا جب گاڑی یہاں پہنچی تو وہ اندر ہی تھے... لیکن آپ لوگوں نے

دروازہ کھولا تو پروفیسر آپ کو اندر نظر نہیں آئے... یہی بات ہے نا۔" یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائے۔

"جی ہاں بالکل یہی بات ہے... لیکن وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آئے..."

"اس کا جواب بھی صاف ہے۔"

"کیا مطلب... یہ آپ نے کیا کہا ابا جان... اس کا جواب بھی صاف ہے۔"

"ہاں وہ اپنی ایجاد کی وجہ سے ہمیں نظر نہیں آ رہے... جس ایجاد کا یہ سارا چکر ہے... اور پروفیسر صاحب اب ہمیں یہی بتانے والے تھے... لیکن انہوں نے سوچا، بتانے کے بجائے انہیں دکھا کیوں نہ دیا جائے... کیوں پروفیسر صاحب... میں غلط تو نہیں کہہ رہا... اور آپ گاڑی کے اس کونے میں موجود ہیں۔" انہوں نے کونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"بہت خوب انسپکٹر جمشید... آپ کے بارے میں جیسا سنا تھا... آپ کو اس سے بڑھ کر پایا۔ آپ حیرت انگیز حد تک درست اندازے لگا لیتے ہیں۔" پروفیسر ولاسکی کی آواز سن کر سب چونک اٹھے۔

"یہ سب اللہ کا کرم ہے... لیکن اب آپ نظر آنے لگیں تو

بہتر ہوگا۔"

"اچھی بات ہے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ انہیں نظر آنے لگے ... وہ سب اچھل پڑے۔ ان کے ہاتھ میں وہی ٹارچ تھی:

"تو یہ ہے آپ کی ایجاد ... یعنی یہ ٹارچ۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"بالکل ..." وہ بولے۔

"اس ٹارچ سے جو روشنی نکلتی ہے ... اس کی روشنی میں آپ کو دیکھا نہیں جاسکتا ... یہی بات ہے نا۔"

"بات دراصل یوں ہے کہ ٹارچ آن کرتے ہی روشنی کی ایک دیوار سامنے آجاتی ہے ... آپ اس دیوار کے اس طرف ہوں تو آپ کسی کو نظر نہیں آئیں گے ..."

"تب تو یہ ایجاد واقعی حیرت انگیز ہے ...اس سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے ... ہمارے فوجیوں کے پاس یہ ٹارچ ہو تو وہ دشمن کے علاقے میں گھس سکتے ہیں ...اور انہیں پتا بھی نہیں چلے گا ... اسی طرح ہم لوگوں کے پاس ہو تو جرائم پیشہ لوگوں کے خلاف یہ کس قدر کام کی چیز ثابت ہوسکتی ہے ... غرض یہ ایجاد انتہائی

حیرت انگیز اور خفیہ ہے... لیکن یہ تو بات ہے ٹارچ کی ... اس نوٹ بک میں کیا ہے۔"

"نوٹ بک میں اس ایجاد کا فارمولا ہے ... بہت کم قیمت پر یہ ٹارچ تیار کی جاسکتی ہے۔"

"بہت خوب! ان دونوں چیزوں کو اب حکومت کے حوالے کر دیا جائے گا اور آپ حکومت کے زیر سایہ ایسی ٹارچیں بنائیں گے ... لیکن نوٹ بک میں تو ہمیں کوئی تحریر لکھی نظر نہیں آتی۔"

"اس کے پڑھنے کی ترکیب میں بتائے دیتا ہوں ... آنکھوں پر اندھے یعنی کالے شیشے کی عینک لگا لیں اور ٹارچ آن کرنے کا بھی خاص طریقہ ہے، ورنہ اس سے عام روشنی خارج ہوگی۔"

"اوہ ... دھت تیرے کی ... بس اسی رنگ کے شیشوں کی عینک سے پڑھنے کا تجربہ نہیں کیا تھا ہم نے۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"اور اس کا مطلب ہے ... یہ کیس ختم ہوا؟"

"نہیں ..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا مطلب ... اب کیا رہ گیا اس کیس میں۔"

"مجرم ابھی تک آزاد ہیں... جب تک ان کا صفایا نہیں ہوگا... یہ

کیس نامکمل رہے گا ...''

'' لیکن ہمیں کیا معلوم ... وہ کہاں ہیں۔''

'' میرے آدمی اگر پروفیسر صاحب کو ان کے قبضے سے چھڑا کر لا سکتے ہیں تو انہیں یہ کیوں نہیں معلوم ہوگا کہ وہ کہاں ہیں ... اصل میں ہم پہلے پروفیسر ولاسکی کو محفوظ مقام پر پہنچانا چاہتے تھے... اور اللہ کی مہربانی سے ہم ایسا کر چکے ہیں ... لہٰذا اب ہم ان کی طرف چلیں گے۔''

'' تب پھر جمشید مجھے اور پروفیسر غوری صاحب کو پروفیسر ولاسکی کے پاس رہنے دو۔'' پروفیسر داؤد بولے

'' ضرور ... کیوں نہیں... آپ کو ان کے پاس ٹھہرنا بھی چاہیے... خفیہ فورس کے کارکن بھی سب یہیں رہیں گے... اگرچہ ہمیں سو فیصد یقین ہے کہ دشمن کو اس جگہ کا بالکل پتا نہیں ...پھر بھی حفاظتی انتظامات میں کوئی کمی نہیں آئے گی ... اب ہم چلتے ہیں۔''

اور پھر وہ باہر نکل آئے... ان کے نکلتے ہی عمارت کا دروازہ بند کر لیا گیا۔ اب انہیں پروفیسر ولاسکی کی طرف سے بے فکری تھی... نوٹ بک اور ٹارچ کو ویسے ہی الگ محفوظ کر دیا گیا تھا ... اب وہ خان رحمان کی بڑی گاڑی میں روانہ ہوئے... پندرہ منٹ کے سفر کے بعد

انہوں نے خفیہ فورس کے کارکن سے رابطہ کیا اور اس کا پیغام سن کر موبائل بند کر دیا:

'' وہ لوگ ایک عمارت میں ہیں...''

'' ہمیں کرنا کیا ہے۔'' خان رحمان بولے۔

'' جب تک سارو کا یہاں موجود ہے ، وہ کوئی نہ کوئی چکر چلاتا رہے گا... فی الحال ہم نے پروفیسر ولاسکی اور ان کی ایجاد کو ان سے اس طرح حاصل کیا ہے کہ وہ یہ کارگزاری ہمارے کھاتے نہیں ڈال سکتا ... کیونکہ ہم اس وقت ہسپتال میں تھے...اب انشارجہ ہماری حکومت پر دباؤ ڈالے تو اسے جواب دیا جائے گا کہ پروفیسر کو کسی تیسری طاقت نے اغوا کیا ہے... اور یہ کہ ہم تو خود تلاش میں ہیں... اگر ان کے خیال میں وہ ہمارے پاس ہیں تو یہ بات ثابت کر دی جائے ...انشارجہ کی حکومت کو ہم یہ جواب دے دیں گے ... اس کے بعد وہ سارو کا کے ذمے یہ کام لگائیں گے کہ پروفیسر کا کھوج لگائے...اس طرح وہ کچھ نہ کچھ کرتا رہے گا اور ہمیں پریشان ہونا پڑے گا...لہٰذا اس کا حل یہی ہے کہ ہم سارو کا کو غائب کر دیں...''

'' تب پھر ہم انکل کی گاڑی میں کیوں جا رہے ہیں... اور اپنے اصل حلیوں میں کیوں جا رہے ہیں۔'' فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

"گاڑی اور حلیے ایک اور جگہ تبدیل ہوں گے ..." وہ مسکرائے۔

"اوہ اچھا..."

جلد ہی وہ ایک پسماندہ علاقے کے پرانے سے گھر کے دروازے پر دستک دے رہے تھے...انسپکٹر جمشید نے دستک دی تو ایک بوڑھے نے دروازہ کھولا، پھر چونک اٹھا:

"آہا ... یہ تو ماسٹر ہیں۔"

"شکریہ ... آپ نے پہچان تو لیا۔"

"آیئے آیئے ... میرے ایسے نصیب کہاں کہ آپ مجھ غریب کے گھر آئیں۔"

"نہیں خیر ... ایسا تو نہ کہیں۔" انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا۔

اور پھر وہ انہیں اندر لے آیا ...ڈرائنگ روم کافی بڑا تھا... لیکن بہت خستہ حالت میں تھا... کرسیاں بھی پرانی طرز کی تھیں... وہ سب ان پر بیٹھ گئے:

"علی جان ... "انسپکٹر جمشید نے عجیب سے انداز میں اسے مخاطب کیا۔

"حکم ماسٹر۔"

"سارو کا کو جانتے ہو نا۔"

"اسے اور میں نہیں جانوں گا ؟۔"

"وہ اس وقت سروش ولا میں ہے...اور سروش ولا نیو ٹاؤن کے آخری سرے پر واقع ہے ..."

"کیا آپ اسے یہاں چاہتے ہیں۔"

"ہاں !"

"بس! آپ بے فکر ہو کر آرام کریں..."

یہ کہتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے سے نکل گیا ... جلد ہی انہوں نے دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنی:

"یہ کیا ... کیا ہم اسے براہ راست وہاں سے اغوا نہیں کر سکتے تھے۔"

"ضرور کر سکتے تھے... لیکن انشارجہ ہم پر الزام لگاتا... اور حکومت سے مطالبہ کرتا کہ سارو کا کو اس کے حوالے کیا جائے... لیکن اب جس طرح ہم نے بالکل الگ رہ کر پروفیسر کو حاصل کیا ہے... اسی طرح میں چاہتا ہوں، سارو کا بھی ہمارے ہاتھ لگ جائے۔"

"لیکن ... یہ اکیلا آدمی ... کیا کرے گا بھلا۔"

"بس دیکھتے جاؤ۔" وہ مسکرائے۔

"اور یہ ہیں کون۔"

’’پہلے یہ ایک جرائم پیشہ تھے... ان کا ایک گروہ تھا... بہت ماہر گروہ... جو کسی پولیس آفیسر کے ہاتھ نہ لگ سکا... گروہ کا ایک آدمی بھی کبھی گرفتار نہ ہوسکا... پھر اس گروہ کی گرفتاری میرے ذمے لگائی گئی... اور میں اس سارے گروہ کو بھی گرفتار کر لیا... اسی روز یہ شخص میرا معتقد ہوگیا... جیل سے رہا ہوا تو میرے پاس آیا... اس نے کہا... اب میں جرائم کا راستہ چھوڑنے کا ارادہ رکھتا ہے...بتایئے کیا کروں... میں نے اس کی اور اس کے گروہ کی تربیت کی ...اب یہ سب اصلاحی کام کرتے پھرتے ہیں... ایک طرح حکومت کی سر پرستی انہیں حاصل ہے... یوں سمجھ لیں... یہ حکومت کے رضا کار ہیں... مفت حکومت کی مدد کرتے ہیں... جہاں کوئی خرابی ہوتی ہے... پہنچ جاتے ہیں... اور اصلاح کی کوشش شروع کر دیتے ہیں... کوئی ظلم کرتا ہے تو اسے اس کے ظلم سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں... لیکن جب دیکھتے ہیں کہ وہ کسی طرح باز نہیں آرہا تو پھر اس کی مرمت کرتے ہیں... اور غائب ہوجاتے ہیں... مطلب یہ کہ یہ سارے کام وہ خفیہ انداز میں کرتے ہیں... کوئی انہیں پہچان نہیں پاتا، یہ لوگ حکومت کے خفیہ کارکن ہیں، جس طرح ہماری خفیہ فورس ہے...‘‘

’’اوہ! اب بات سمجھ میں آئی... آپ کا مطلب یہ ہے کہ انشارجہ

کسی طرح بھی یہ ثابت نہ کرسکے گا کہ سارو کا کو ہم نے غائب کیا ہے۔‘‘

’’ہاں! بالکل یہی بات ہے۔‘‘

’’یہ تو پھر آسان کام ہوگیا۔‘‘ مکھن نے خوش ہوکر کہا۔

’’ہاں! اللہ کی مہربانی ہے۔‘‘ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اور پھر دو گھنٹے بعد علی جان کی واپسی ہوئی... اس نے اندر آتے ہی کہا:

’’سارو کا آپ کی گاڑی میں موجود ہے...وہ بندھا ہوا ہے... اور اس کا حلیہ بھی بدل دیا گیا ہے... اب آپ بے فکری سے اسے لے جائیں۔‘‘

’’بہت خوب! علی جان... تمہارا شکریہ۔‘‘

’’یہ نہ کہیں ماسٹر... شکریہ تو ہمیں آپ کا ادا کرنا چاہیے... آپ نے ہمیں برائی کے راستے سے ہٹا کر نیکی کے راستے پر لگا دیا...‘‘

’’پھر بھی تمہارا شکریہ؟‘‘ وہ مسکرائے۔

جواب میں علی جان بھی مسکرادیا اور پھر وہ اپنی گاڑی میں آ بیٹھے، وہاں سے روانہ ہوئے اور سیدھے خفیہ عمارت نمبر دو میں پہنچے ...اس قدر احتیاط کے باوجود انہوں نے راستے بھر اس بات کا دھیان رکھا تھا کہ

کوئی ان کا تعاقب تو نہیں کر رہا... اور اب وہ یقین سے کہہ سکتے تھے کہ ساروکی کی گم شدگی کے بارے میں ان کا کوئی نام نہیں لے سکے گا اور کوئی لیتا بھی تو وہ کہہ سکیں گے کہ جناب اس بات کا ثبوت کیا ہے..

عمارت نمبر 2 میں گاڑی اندر لے جائی گئی ... پھر دروازہ بند کر دیا گیا ... اور ساروکا کو اٹھا کر ایک کمرے میں لایا گیا ... پھر اسے کھولا گیا... وہ جلد ہی ہوش میں آ گیا... اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان سب کی طرف دیکھا... پھر وہ اچھل کھڑا ہوگیا ... اور دھاڑا:

"یہ کیا ... تم نے مجھے اغوا کر لیا ... تم نے بہت بُرا کیا ... انشارجہ تم لوگوں کو ہلا کر رکھ دے گا۔"

"ساروکا! اس سے پہلے انشارجہ کو یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ تم کو ہم نے اغوا کیا ہے۔"

"تو کیا ہوا ... انشارجہ کی تفتیشی ٹیم یہ بات منٹوں میں ثابت کر دے گی۔"

"جب وہ یہ بات ثابت کر دے گی ... تب ہم بھی تم کو ان کے حوالے کر دیں گے ... لیکن مجرم ہم پھر بھی نہیں ہوں گے ... کیونکہ ہم جو کچھ کرتے ہیں...اپنے ملک کے لیے کرتے ہیں۔"

"بہت جلد تم لوگوں کو معلوم ہو جائے گا۔"

"مثلاً کب تک۔"

"بس چوبیس گھنٹے کے اندر اندر۔"

"چلو ٹھیک ہے... اب چوبیس گھنٹے بعد ملاقات ہوگی۔"

اور پھر دوسرے دن انہوں نے پھر اس سے ملاقات کی:

"کوئی ہلچل نہیں ہوئی اب تک ... انشارجہ خاموش ہے... وہ ہم پر تمہارے اغوا کا الزام عائد نہیں کر سکا۔"

"ہاہاہا۔" ساروکا ہنسا۔

"یہ قہقہہ کس خوشی میں؟" فاروق نے منہ بنایا۔

"تم لوگ انشارجہ کے طریقہ کار کو نہیں جانتے...پہلے وہ خفیہ طور پر تفتیش کرتا ہے ... ثبوت حاصل کرتا ہے ... اور جب ثبوت اس کے ہاتھ لگ جاتے ہیں ... تب اچانک حکومت پر دباؤ ڈالتا ہے... یہ ہے ہمارے پاس ثبوت ... کہ ہمارے فلاں آدمی کو کن لوگوں نے اغوا کیا ہے... لہٰذا ان سے برآمد کرا کے ان کے حوالے کیا جائے۔"

"بہت خوب! اب آپ ان کے ثبوت حاصل کرنے کا انتظام کریں۔"

"تم لوگ دیکھو گے... وہ کس قدر جلد ثبوت حاصل کرتے ہیں..."

"ٹھیک ہے... ہم دیکھ لیں گے ... تم بھی دیکھ لینا ... مسٹر سارو کا۔"

پھر ایک دن اور گزر گیا ... اب جو وہ سارو کا سے ملے تو اس کا منہ لٹکا ہوا تھا...ایک گہری مایوسی نے اسے گھیر لیا تھا:

"کیوں سارو کا ... اب کیا کہتے ہو... انشارجہ تمہاری مدد کے لیے آیا ہی نہیں۔"

"مم ... میں حیران ہوں... آخر انشارجہ ثبوت کیوں نہیں حاصل کر سکا اب تک۔"

"یہ سب اللہ کی مہربانی ہے۔" فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

پھر چار دن بعد وہ مکمل طور پر مایوس ہو گیا ... اسے وہیں چھوڑ کر وہ اپنے گھر آ گئے... اسی روز صدر صاحب کا فون انسپکٹر جمشید کو موصول ہوا:

☆☆☆☆☆

مسکراہٹ کا مطلب

"جمشید! انشارجہ کے صدر اور برٹائن کے وزیراعظم کا پارہ بہت تیز ہے... ان کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر یارڈلے کو انسپکٹر جمشید کے ساتھیوں نے غائب کیا ہے... لہٰذا فوراً ان کے بارے میں بتایا جائے... اور انہیں انشارجہ پہنچا دیا جائے... ساتھ میں پروفیسر ولاسکی اور ان کی نوٹ بک اور ٹارچ کے بارے میں بھی بتایا جائے۔"

"اس کا تو بس ایک ہی جواب ہے سر۔"

"اور وہ کیا جمشید۔"

"جس وقت پروفیسر ولاسکی غائب ہوئے... اس وقت ہم سب لوگ ہسپتال میں تھے... اس کا مطلب ہے... یہ کام ڈاکٹر یارڈلے کا ہے... وہ خود انہیں لے کر غائب ہو گیا ہے تا کہ..." انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے... کیونکہ اس وقت وہ اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر بھرپور انداز میں مسکرانے لگے تھے۔"

”تاکہ سے آگے بھی کہو نا جمشید۔“ صدر صاحب بولے۔

”تاکہ ان کی ایجاد کسی ملک کو فروخت کر کے ان سے ایک بہت بڑی رقم وصول کر سکے... کہنے کا مطلب یہ کہ ڈاکٹر یارڈلے نے انشارجہ سے خود غداری کی ہے... آپ انہیں دعوت دیں کہ وہ اپنے ملک کی ماہر ترین ٹیم بھیج کر تحقیقات کر لے... پروفیسر ولاسکی اور ڈاکٹر یارڈلے کا سراغ لگالے... اگر انہیں غائب کرنے میں ہمارا ہاتھ شامل ہو جائے تو ہم مجرم ... ورنہ وہ جانے ڈاکٹر یارڈلے جانیں... ہمیں پریشان نہ کیا جائے۔“

”یہ کہنا تو آ بیل مجھے مار والی بات ہوگی جمشید۔“ صدر نے گھبرا کر کہا۔

”وہ کیسے سر۔“

”بھئی دیکھو نا... ان کے پاس تو ایک سے بڑھ کر ایک ماہرین موجود ہیں... وہ ایسی ٹیم یہاں بھیجیں گے کہ سمندر کے نیچے تک کی خبریں لے آئیں گے۔“

”تو لے آئیں... لیکن سمندر کے نیچے سے بھی انہیں پروفیسر ولاسکی اور ڈاکٹر یارڈلے نہیں ملیں گے۔“

”میرا مطلب ہے... وہ بہت ماہر لوگ ہیں... سراغ لگا لیں گے۔“

”کس بات کا سراغ لگالیں گے سر۔“

”بھئی اس بات کا کہ وہ لوگ کہاں ہیں۔“

”بس تو پھر وہ انہیں مل جائیں اور اپنے ملک میں لے جائیں گے۔“

”دیکھ لو... سوچ لو۔“

”ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں اور سوچ چکے ہیں۔“

”تو تمہارا مطلب ہے... تم نے انہیں ایسی جگہ چھپایا ہے کہ وہ لوگ وہاں انہیں تلاش نہیں کر سکیں گے۔“

”کیسی بات کرتے ہیں سر... ہم تو ہسپتال میں تھے... ہم انہیں کیسے غائب کر سکتے تھے بھلا۔“

”اچھی بات ہے... میں ان سے یہی کہہ دیتا ہوں۔“

”ضرور یہی کہہ دیں۔“

صدر نے فون بند کر دیا... پھر کافی دیر بعد ان کا فون آیا... اور انہوں نے بتایا:

”انشارجہ سے تین الگ الگ ٹیمیں روانہ ہو رہی ہیں... تینوں ٹیمیں الگ الگ یہ سراغ لگائیں گی کہ پروفیسر ولاسکی اور ڈاکٹر یارڈلے کہاں ہیں۔ ان تینوں ٹیموں کیلئے بہت بڑی رقم کا انعام رکھا گیا

ہے...یعنی ان میں سے جو ان دونوں کو تلاش کر لے گی... وہ انعام اس کا ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں ... کوئی پرواہ نہیں ...انہیں آکر اپنا شوق پورا کرنے دیں سر۔"

پھر ملک میں تینوں ٹیمیں آگئیں ...ان سے خوب پوچھ گچھ ہوئی... آلات کے ذریعے ...اور سراغ رساں کتوں کے ذریعے سراغ لگانے کی کوشش شروع ہوئیں ...اس طرح چھ ماہ گزر گئے...ان کی کوششوں کا نتیجہ صفر نکلا...وہ ان کا سراغ نہ لگا سکے اور مایوس ہوکر واپس انشارجہ کو سدھار گئے:

اس کے بعد چھ ماہ اور گزر گئے ...پھر ایک دن وہ پروفیسر داؤد کی تجربہ گاہ گئے...وہاں پروفیسر داؤد ان دنوں اپنے ایک ماتحت کے ساتھ ایک ایجاد کرنے کی سرتوڑ کوشش کر رہے تھے...اور یہ کوشش کافی دنوں سے جاری تھی...اس روز انہیں دعوت اسی لیے دی گئی تھی... کہ وہ کامیابی کے نزدیک پہنچ چکے تھے اور آج اس کا امتحان ہونا تھا...اسی سلسلے میں صدر صاحب کو بھی دعوت دی گئی تھی... لیکن صدر صاحب ابھی تک نہیں آئے تھے...ان کا انتظار ہو رہا تھا۔"

آخر وہ آگئے...ان کے ساتھ ان کے چند اہم ترین ساتھی بھی تھے

انہیں باہر ہی بٹھایا گیا پھر پروفیسر داؤد نے انہیں ایجاد کے بارے میں بتانا شروع کیا ...وہ کہہ رہے تھے:

"یہ ہماری اور ہمارے ملک کی بہت بڑی خوش قسمتی ہے کہ ہم ایک بہت اہم ایجاد کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں یہ ایجاد اس قدر اہم ہے کہ اگر ہم نے اس کی حفاظت کی ...اس راز کو لیک نہ ہونے دیا تو ہم بے تحاشہ فائدہ اٹھائیں گے۔"

"اور پروفیسر صاحب...وہ ایجاد ہے کیا۔" صدر صاحب بولے۔

"جی میں عرض کرتا ہوں... بلکہ عرض کیا کرتا ہوں... آپ کو عملی طور پر اس ایجاد کا کام دکھاتا ہوں۔"

وہ ابھی یہ کہہ رہے تھے کہ ان سب کی نظروں سے غائب ہوگئے:

"اوہ! یہ کیا... تم لوگوں کے چہروں پر کوئی حیرت ویرت نظر نہیں آرہی۔" انہوں نے ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"

"حیرت کی تو خیر کوئی بات نہیں انکل صدر...البتہ ویرت کی بات اور ہے اسے تو کم از کم نظر آنا چاہیے تھا۔" فاروق بڑبڑایا۔

"ہے کوئی تک اس بات کی۔"

"نہیں تو... لیکن یہاں تک کہاں سے لائیں۔"

"بھئی خاموش... تم لوگ بھول رہے ہوں ...یہاں صدر صاحب

اور ان کے ساتھی بھی موجود ہیں... اکیلے ہم نہیں ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے گویا انہیں خبردار کیا۔

'' انہیں نہ روکو جمشید۔'' صدر صاحب ہنس پڑے۔

'' اس طرح آپ انہیں کھلی چھٹی دے رہے ہیں۔''

'' اب میں بند چھٹی تو دینے سے رہا۔'' صدر صاحب بولے۔

'' واہ انکل صدر ہوں تو آپ جیسے۔'' آفتاب چہکا۔

'' لیجیے ...اب کر لیجیے بات۔''

'' کوئی بات نہیں... ارے کک...وہ ہمارے پروفیسر صاحب کہاں گئے۔''

'' یہی تو ان کی ایجاد ہے ...انہوں نے ایک ایسی روشنی ایجاد کی ہے کہ وہ جس پر ڈال دی جائے ...وہ نظر نہیں آئے گا...اب دیکھیے...اب دیکھیے ہم روشنی کا رخ آپ کی طرف کرنے لگے ہیں۔''

'' ارے باپ رے...تت تو کیا میں بھی غائب ہو جاؤں گا۔'' صدر بولے۔

'' گھبرایئے نہیں... آپ ہوں گے یہیں...ہم سب کو دیکھ رہے ہوں گے... لیکن آپ ہمیں نظر نہیں آئیں گے۔''

'' اوہ...اوہ...تب تو ٹھیک ہے۔''

اور پھر وہ غائب ہوگئے...مزے کی بات یہ کہ وہ جس روشنی کا ذکر کر رہے تھے ...وہ نظر نہیں آ رہی تھی...

'' حیرت انگیز... بلکہ حیرت انگیز ترین... کیا یہ ٹارچ ہمیں بھی مل سکتی ہے۔''

صدر صاحب کے ساتھی پکار اٹھے:

'' ابھی یہ ابتدائی مراحل میں ہے...چھوٹے پیمانے پر تیار کی گئی ہے...ابھی ہمیں دیکھنا ہے کہ بڑے پیمانے پر یہ کیسے تیار ہوگی...اور آسانی سے استعمال کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا...پھر آپ کو ضرور دی جائے گی... لیکن خاص طور پر یہ ہمارے فوجیوں کی ضرورت ہے۔''

'' اوہ...فوجیوں کی۔''

'' ہاں جناب...دشمن کی نظروں سے جب چاہے محفوظ رہنے کے لیے ہم اسے کام میں لائیں گے اور اس طرح دشمن کے خلاف بڑے بڑے کام لے جاسکیں گے... اور دشمن جو ہمیں دھمکیاں دیتا تھا...وہ دم دبا کر بیٹھ جائے گا...ہمیں اس کی دھمکیوں سے نجات مل جائے گی...وہ ہمارے حصے کی قدرتی چیزیں روک نہیں سکے گا...اگر اس پر بھی روکے گا تو پھر ہم اس ایجاد کے ذریعے اس کی ناک میں دم کر

سکیں گے... کیا خیال ہے آپ کا۔"

"اس سے بڑھ کر مفید ایجاد کیا ہو گی... ہم پروفیسر داؤد صاحب کو مبارک باد دیتے ہیں... انہوں نے اتنا بڑا کارنامہ انجام کر دیا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔"

پھر سب نے ان سے ہاتھ ملائے... پروفیسر داؤد کا اسسٹنٹ ایک طرف کونے میں بیٹھا مبارکباد کا یہ سلسلہ دیکھ رہا تھا... وہ دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا... اس کی مسکراہٹ ان سب سے کچھ کہہ رہی تھی لیکن اس مسکراہٹ کا مطلب صرف انہی لوگوں کو معلوم تھا... اور وہ کسی کو بھی اس مسکراہٹ کا مطلب بتانا نہیں چاہتے تھے۔ صدر مملکت کو بھی نہیں۔

☆☆☆☆☆